ماهنامه

# صراطِ مستقیم

برمنگھم

March 2025






وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

# صراطِ مستقیم برمنگھم


بیاد

مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ

مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ

Vol: 45 No. 05 March 2025

Ramzan/ Shawal1446 AH

جلد: 45 شمارہ: 05 مارچ 2025ء

رمضان/شوال: 1446ھ




## فہرست مضامین




Correspondence Address:

SIRATE-MUSTAQEEM

20 Green Lane, Small Heath,

Birmingham B9 5DB

Tel: 0121 773 0019

Fax: 0121 766 8779



ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK

www.mjah.org.uk/siratemustaqeem

E-mail: info@mjah.org.uk

فکر و نظر

حرف بصیرت

# ماہ رمضان المبارک، روحانی امراض کے لیے بہترین نسخہ شفاء ہے

مولانا محمد عبدالحفیظ اسلامی

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (سورۃ البقرہ: 183)

”اے ایمان والو! تم پر رمضان کے روزے فرض کردیئے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرص کردیئے گئے تھے تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔“

جس طرح ہم دنیا میں اپنی عمارتوں کی آہک پاشی کرتے اور داغ دوزی کی طرف توجہ کرتے ہیں اس کا صرف اور صرف یہی ایک مقصد ہوتا ہے کہ ہماری یہ عمارتیں گرنے جھڑنے اور بدنما ہونے سے محفوظ رہیں ٹھیک یہی حال ہمارے پروردگار آقا و مالک کا ہے جو ساری کائنات کا تنہا خالق و معمار بھی ہے۔

الغرض جس طرح اپنی عمارتیں ہم کو پیاری لگتی ہیں اس سے کئی گنا زیادہ اللہ رب العزت اپنے بندوں سے بے انتہا محبت رکھتے ہیں۔ اور اس کی محبت اتنی وسیع ہے کہ وہ اپنے بندوں کو دنیا کی ستر ماؤں سے زیادہ چاہتا ہے صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس دنیا کا خالق و مالک جو حقیقت میں (سلطان کائنات بھی ہے) اتنا حساس ہے کہ اپنے بندوں میں کسی قسم کی خرابی یا کجی ہر گز گوارہ نہیں کرتا یعنی اللہ عزوجل کریم یہ چاہتا ہے کہ اسکے بندے ہر وقت درست حالت میں اپنی زندگی کے شب و روز گذاریں۔

اس عظیم مقصد کیلئے رب العزت کریم نے اپنے بندوں کیلئے سال میں ایک مرتبہ ایک ایسے ماہ مبارک کو مقرر کردیا کہ ان مبارک ایام میں اپنے بندوں کی تربیت کا سامان ہو جائے۔

غرضیکہ آیت مبارکہ مذکورہ بالا کا آغاز ”اے ایمان والو“ کے شاندار خطاب سے ہو رہا ہے۔ اور آگے فرمایا جارہا ہے تم پر روزے فرض کردیئے گئے اور روزے کیوں فرض کردیئے گئے اس کا فائدہ یہ بتایا جارہا ہے کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو اس چھوٹی سی آیت مبارکہ کا بغور مطالعہ کرنے سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو عام ہے لیکن وہ بلخصوص ان بندوں سے بے انتہا محبت کرتا ہے جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی طرف سے روانہ کردہ انبیاء علیہم السلام اور اس کی نازل کردہ کتابوں پر یقین کرتے ہیں، اور اپنی ابدی زندگی کے سلسلہ میں فکرمند رہتے ہیں یعنی توحید، رسالت، آخرت کا زبانی اقرار کرنے کے بعد اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے عملی میدان میں سرگرداں رہتے ہیں ایسے لوگوں کو بڑے پیار کے ساتھ اللہ تعالیٰ خطاب کرتے ہیں کہ ”اے ایمان والو۔“ لیکن اس کے بندے اپنی بشری کمزوریوں کی بناء پر اپنے آپ کو درست حال میں نہیں رکھ پاتے (جس طرح اللہ کو مطلوب ہے) ان کمزوریوں اور کوتاہیوں کو دور کرنے کیلئے اپنی بے پایاں محبت کے تقاضے کے تحت سال میں ایک مرتبہ ایک ایسا نسخہ اکسیر تجویز فرمایا جو یقیناً شفا بخش ہے اور یہ گذشتہ انبیاء کی امتوں کیلئے بھی عطا کیا گیا تھا تاکہ اس کے ذریعہ ایمان والوں کے اندر سے ہر قسم کا عیب ہر قسم کی کجی و نافرمانی عدول حکمی کی کیفیت (جو کہ بشری تقاضہ کے تحت) پائی جاتی ہے اس کا خاتمہ کیا جائے اس ”نسخہ اکسیر“ کا قرآنی نام ”صوم“ (روزہ) ہے اور روزے کی شان یہ بیان کی جارہی ہے کہ اسکے ذریعہ سے اہل ایمان میں تقویٰ پرہیز گاری وجود میں آئے۔ گویا روزہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نسخہ اکسیر اور روحانی امراض یعنی اللہ کے برابر کسی اور مخلوق کو سمجھنا اور انکی خوشنودی طلب کرنے انکے آگے جھکنا، ”فسخ و فجور“، "ریاکاری و بدکاری" جیسے ایمان کی ہلاکت والی بیماریوں کا بہترین علاج ہے۔

تقویٰ کے متعلق یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کیونکہ یہ دو طرح کا ہوتا ہے:

ایک تقویٰ دشمن کا ہوتا ہے اور ایک تقویٰ اللہ رب العزت کا ہوتا ہے لیکن ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یعنی دشمن کا تقویٰ دشمن سے دور کرتا ہے اور اللہ رب العالمین سے ” تقویٰ “ ؛ پرہیز گاری فرمانبرداری و اطاعت کا سبب بنتا ہے اور اللہ جل شانہ کے قریب کردیتا ہے۔ مثال کے طور پر اسی روزہ کو لے لیجئے کہ روزہ کی حالت میں انسان اگر چاہے تو چھپ چھپا کر کچھ کھا پی سکتا ہے لیکن ایک صائم (روزہ دار) ہرگز ہرگز اس طرح کا عمل نہیں کرتا۔ کیونکہ بحالت روزہ اس کے اندر خدا کا خوف حاوی رہتا ہے۔ یعنی روزہ کے ذریعہ اس کا ایمان اتنا قوی ہو جاتا ہے کہ روزہ دار کو اس بات کا یقین رہتا ہے، خواہ مجھے کوئی دیکھے یا نہ دیکھے لیکن وہ تو مجھے ضرور دیکھ رہا ہے جس کے نام پر اور جس کے حکم پر میں نے روزہ رکھا ہے۔

الغرض اس ماہ مبارک کی تربیت، اہل ایمان کے اندر اپنے کو ہر آن اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہونے کا احساس دلاتی ہے اور کل روز محشر جوابدہی کے احساس کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی صلاحیت ابھرنے لگتی

ہے؛ لیکن یہ یقینی کیفیت ماہ صیام میں جو پیدا ہو جاتی ہے ء دل و دماغ پر جس طرح چھا جاتی ہے؛ باقی آگے جو کچھ بچی ہوئی زندگی کے ایام بھی ٹھیک اسی یقینی کیفیات کے ساتھ گزارنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بطور رحمت ان کی زندگی میں ہر سال "ماہ صیام" (رمضان المبارک) کو لاتے رہتا ہے تا کہ اللہ پر ایمان لانے والے بندے، ارتقائی منازل، حسن سلوک و اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ طے کرتے ہوئے ایک صالح بندے مومن کی حیثیت سے اس دنیائے فانی سے منتقل ہو کر ابدی و ہمیشہ والی زندگی میں پہنچ کر جنت جیسی عظیم نعمت حاصل کر سکیں جو صرف مومنین، متقین کیلئے تیار کی گئی ہے۔ یہاں پر غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے محبوب بندوں (ایمان والے مرد وعورت) کی تربیت کیلئے ماہ رمضان کو ہی کیوں منتخب فرمایا؟ یہ اس لئے کہ اس ماہ مبارک میں قرآن کا نزول ہوا لہٰذا قرآن حکیم کی نسبت سے اس ماہ کو ماہ صیام کی حیثیت سے عزت بخشی گئی اور اپنے بندوں کیلئے اسی ماہ بابرکت کا انتخاب فرمادیا گیا۔ یعنی تمام انسانوں کیلئے دستور حیات کو اسی ماہ میں نازل کیا گیا اور ان کی تربیت حیات کیلئے بھی اسی ماہ کو منتخب کر دیا گیا گویا قرآن مجید اور ماہ رمضان کا ایک دوسرے سے بہت گہرا تعلق پیدا کر دیا گیا۔

ایک دوسری جگہ اللہ فرماتے ہیں:

"رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کیلئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے۔" یعنی قرآن کو رمضان کے ساتھ جوڑنے کا مقصد یہی ہے کہ روزہ حصول تقویٰ کیلئے ہے۔ جب انسانوں میں تقویٰ آجائے تو ان کی زندگی قرآن سے اور قرآنی احکامات سے قریب ہو گی ایمان میں توحید خالص قائم رہے گی اعمال میں سنتوں کا رواج ہو گا حق و باطل میں تمیز پیدا ہو گی من چاہی زندگی سے اجتناب کرتے ہوئے رب چاہی زندگی گذارنے کا جذبہ ابھرے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو پیدا فرمانے کے بعد یوں ہی نہیں چھوڑا ہے بلکہ ان کی رہنمائی اور رہبری کیلئے اپنے بندوں ہی میں سے معصوم افراد کا بہترین انتخاب فرماتے ہوئے مختلف ادوار میں انبیاء علیہم السلام کو متعلقہ قوموں کے اندر سے مبعوث فرماتا رہا اور اس سلسلہ کو یوں ختم فرمایا کہ سید عالم محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبی و رسول بناتے ہوئے آپ ﷺ کے قلب اطہر پر ایک ایسی کتاب نازل فرمادی گئی جو اب رہتی دنیا تک خدائے واحدہٗ لا شریک لہ کا بھیجا ہوا آخری پیغام ہے جسکا نام قرآن مجید ہے، فرقان حمید اور نور ہے۔ غرضیکہ روزوں کا فرض کیا جانا اور قرآن کا نازل کیا جانا اور محمد ﷺ کو رسول بنا کر روانہ کرنے کا صرف یہی ایک مقصد ہے کہ بندوں کی پوری زندگی اللہ کی مرضی کے عین مطابق گزرے چاہے اس کا تعلق معاشرت، معیشت، اخلاق سے ہو یا امارت و حکمرانی اور سیاست کا میدان ہو یہ ساری چیزیں شریعت محمدی کے عین مطابق ہو جائیں جس طرح ایک روزہ دار اپنے نفس پر قابو پاتے ہوئے شیطان ملعون کا مقابلہ کرتا اور شیطانیت کو زیر کرتا ہے؛ اپنے مالک کے احکام بجالاتا ہے باقی عام دنوں (غیر رمضان) میں بھی باطل طاقتوں کے سامنے جھکنے سے انکار کرے اور اپنے مالک کو ہی حقیقی مقتدر اعلیٰ جانے اس کو اپنا حاکم و فرمانروا جانے جس طرح روزہ دار اللہ ہی سے ڈرتا ہے ٹھیک اسی طرح باقی تمام زندگی میں بھی صرف اور صرف اللہ ہی سے ڈرتا رہے، اور باقی تمام زندگی بھی صرف اور صرف اللہ ہی کے خوف اور امید کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ جب اہل ایمان میں یہ خصوصیات پیدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ایک ایسا عظیم الشان حوصلہ عطا فرماتے ہیں کہ تمام باطل خدائوں سے آدمی کو بے خوف و نڈر کر دیتے ہیں مختصر یہ کہ روزہ ایک ایمان والے کو اپنی زندگی کی تمام مشکلات کو آسانی کے ساتھ برداشت کرنے کا حوصلہ بخشتا ہے اور حصول جنت کیلئے جو بھی رکاوٹیں آتی ہیں اسے دور کرتا ہے۔ سب سے بڑی اور اہم بات یہ کہ روزہ اللہ کو راضی وخوش کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے اور جس شخص سے اللہ راضی ہو جائے اسے دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں نصیب ہو جاتی ہیں اور جس قوم و ملت سے اللہ تبارک تعالیٰ راضی ہو جائیں تو پھر دنیا کی بڑی سے بڑی فرعونی طاقت ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

اللہ سے دعا کریں کہ ہم اہل ایمان کو رمضان المبارک کے تمام فیوض و برکات سے مالا مال فرمادے اور روزے کے تقاضوں اور اسکے مقاصد کو پوری زندگی میں نافذ کرنے کی صلاحیت و قوت طاقت اور حوصلہ عطا فرمائے۔

اہل ایمان کے لیے ہے یہ مسرت کا پیغام
آگیا ہے سرچشمۂ فضلِ خدا ماہِ صیام

☆☆☆

### برکت

**شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:**

إذا رأيت نفسك مُتحيّرًا فالزم الاستغفار، فإن الاستغفار مما يفتح الله بِه على العَبْد

"جب آپ نے نفس کو حیران پائے (کسی معاملے میں)، تو استغفار کو لازم پکڑیں، کیونکہ استغفار ان چیزوں میں سے ہے جن کے ذریعے اللہ بندے پر دروازے کھول دیتے ہے۔ (شرح الكافية الشافية: 3/189)

**شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:** جب بھی کوئی مسئلہ مجھے سمجھ نا آتا تو میں 1000 مرتبہ (غالبا) استغفار کرتا اور اللہ تعالیٰ وہ مسئلہ مجھے سمجھا دیتا۔




# داعیان دین کے لیے گنج گراں مایہ حکمت

**وفات نبی ﷺ کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پر از حکمت موقف**

موت ایک اٹل حقیقت ہے، ہر جاندار کو ایک دن مرنا ہے، کل نفس ذائقة الموت اس ثابت شدہ حقیقت کے باوجود موت کی تلخی بھی ایک ناقابل تردید صداقت و مشاہدہ ہے۔ مرنے والے کے لیے یہ ایک تکلیف دہ وقت ہوتا ہے، اس کے بے قابو پریشان اعضاء پھٹی ہوئی آنکھیں اس شخص کی تڑپ اور پریشانی کا پتہ دیتی ہیں، دنیا کی افضل ترین شخصیت رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے آخری لمحات میں نکلنے والے الفاظ خود اس کیفیت کا پتہ دے رہے ہیں۔

«إن للموت سكرات» (صحیح بخاری: 6510)

آپ اس حدت کو کم کرنے کے لیے اپنا دست مبارک پیالہ میں ڈالتے اور بھیگی ہوئی تر انگلیاں اپنی پیشانی پر پھیرنے لگتے، موت کی تکلیف اور شدت سے مرنے والا تو دوچار ہوتا ہی ہے، لیکن اس کا اثر ان کے اعزہ واقارب اور دوست احباب پر بھی اپنے اپنے تعلقات کے مطابق ہوتا ہے۔

اسی لیے اس نازک موقع کے لیے تعلیمات نبوی میں کچھ ہدایات دی گئیں کہ موت کی خبر پر کیا کہنا اور کیا کرنا چاہیے۔ فرزند رسول ﷺ ابراہیم کے انتقال پر آپ کی آنکھیں اشکبار ہوگئی تھیں کہ یہ فطری تقاضا ہے لیکن زبان سے شکوہ و شکایت کے بجائے رضا و تسلیم کے الفاظ ادا ہو رہے تھے کہ ایسے ہی وقت صبر وضبط کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ رسول اکرم صلی ﷺ کی شخصیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے سب سے افضل اور محبوب ترین تھی، آپ ﷺ کی صحبت میں گزرے ہوئے لمحات ان کے لیے متاع حیات تھے، آپ کے بدن سے لگا پانی ان کے لیے سرمایۂ زندگی ہوتا، آپ کے لعاب دہن کو وہ اپنے لیے باعث شفا و برکت جانتے، آپ کے فرمودات پر عمل ان کی زندگی کا مقصد تھا۔ لہٰذا جب آپ کی موت کی خبر مدینہ منورہ میں پھیلی تو اس کوہ گراں کے سبب جو صدمہ انہیں پہنچا اسے تصور میں لانا دشوار ہے، خادم خاص سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہماری زندگی کا تابناک دن وہ تھا جب آپ ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری ہوئی اور تاریک ترین دن وہ تھا جب آپ کی وفات ہوئی۔

عن أنس رضي الله عنه ما رأيت يوماً قط كان أحسن ولا أضواً من يوم دخل علينا فيه رسول الله ﷺ، وما رأيت يوما كان أقبح ولا أظلم من يوم مات فيه رسول الله ﷺ (جامع ترمذی: 3618)

میدان جنگ میں انتہائی کٹھن حالات میں بھی جن کے قدم ڈگمگاتے نہیں تھے اس خبر کے بعد ان کے قدم خود ان کے جسموں کو سہارا نہ سکے۔

اس دل فگار اور غمگین گھڑی میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی حکمت عملی، صبر اور بردباری سے اس کے اثرات کو بے قابو ہونے اور امت مسلمہ کا شیرازہ بکھرنے سے بچالیا، انہیں جب اس حادثہ جانکاہ کی خبر ملی وہ حجرہ نبوی پہنچے۔

کسی سے کوئی تعرض نہ کیا، رسول اکرم ﷺ کے اوپر چادر ڈال دی گئی تھی، چہرہ سے چادر ہٹائی پیشانی مقدس کا بوسہ لیتے ہوئے گویا ہوئے، یہ وہ موت ہے جس سے کسی کو رستگاری نہیں، آپ نے پاکیزہ ترین زندگی گزاری اور قابل رشک حالت میں داعی اجل کو لبیک کہا، اس کے ساتھ ہی جناب صدیق کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں، آواز بھرا گئی، پھر سے چادر چہرہ انور پر ڈال دی، اور مسجد تشریف لے گئے جہاں لوگ ایک ہیجانی کیفیت میں مبتلا تھے، آپ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو ایک کونہ میں کھڑے ہوئے تھے کہا کہ بیٹھ جاؤ، لیکن وہ اس وقت بے خودی اور وارفتگی کی کیفیت سے دوچار تھے انہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بات سنی ان سنی کردی، جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے مزید الجھنے کے بجائے دوسری طرف کھڑے ہو کر اپنی گفتگو شروع کردی، اس نازک موقع پر فدائی رسول ﷺ اور یار غار کی زبان سے حمد و ثناء کے کلمات سن کر مسجد میں موجود لوگ آپ کے گرد جمع ہوگئے، جناب صدیق رضی اللہ عنہ موقع کی مناسبت سے قرآن مجید کی ایک آیت کی تلاوت کچھ اس انداز میں کی کہ بڑے بڑے لیکچر، وعظ و نصیحت کی طویل گفتگو اس کے سامنے ہیچ تھی:

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ﴾(سورۃ آل عمران: 44)

«من كان منكم يعبد محمداً فان محمداً قدمات و من كان منكم يعبد الله فان الله حى لا يموت »(صحیح بخاری : 640)

جناب صدیق کی زبان سے برجستہ اس آیات کی تلاوت حکمت و اعلیٰ بصیرت کا ایسا نمونہ تھی، محفل میں موجود بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ یوں محسوس ہوا گویا ہم پہلی بار یہ آیت سن رہے ہیں، حالانکہ اس سے پہلے نہ جانے کتنی مرتبہ آیت مذکورہ کی سماعت اور تلاوت کر چکے تھے۔ صحابی جلیل فاروق اعظم بھی سننے والوں میں شامل تھے، جناب صدیق کی زبان سے یہ آیت سنتے ہی ان پر کچھ ایسی کیفیت

طاری ہوئی کہ واقعی رسول اکرم ﷺ ہم سے رخصت ہو چکے ہیں اس کے ساتھ ہی تندرست و توانا عمر فاروق کے قدم لڑکھڑا گئے وہ زمین پر گر پڑے۔

ترجمان القرآن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہمیں تو یوں محسوس ہوا کہ شاید یہ آیت ابھی ابھی نازل ہوئی ہے، کسی سے الجھے بغیر اور کسی کو انفرادی طور پر مطمئن کرنے کی سعی کے بغیر ہی سب مطمئن ہو چلے تھے کہ موت کا کلیہ رسول اللہ ﷺ پر نافذ ہو چکا ہے، اس کے ساتھ ہی وہ اس ہیجانی کیفیت سے نکل کر اگلے مراحل کی طرف متوجہ ہوئے۔

ایک طرف تجہیز و تدفین کا مرحلہ تھا دوسری طرف مسلمانوں کی ولایت و امارت کا دشوار مسئلہ، تعیین امیر کے بغیر امت مسلمہ کا شیرازہ منتشر ہونے کے خطرات منڈلا رہے تھے، قبائلی عصبیت کی چنگاریاں بھڑکنے میں دیر نہیں لگتی، بروقت امارت کا مسئلہ طے کرنے کے لیے نہایت دور اندیشی اور حکمت کی ضرورت تھی، مسجد نبوی سے قدرے دوری پر سقیفہ بنو ساعدہ میں انصار کی سرکردہ شخصیات اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے جمع ہو چکی تھیں، قبل اس کے کہ وہاں سے کوئی اعلان ہو جائے، صدیق اکبر، فاروق اعظم اور امین امت ابو عبیدۃ الجراح رضی اللہ عنہم بر وقت وہاں پہنچے، سلطنت اسلامیہ کی امارت جس کے ہزارہا پیروکار اور وسیع رقبہ پر حکومت پھیلی ہوئی ہو۔

اس کے لیے ذمہ دار اعلیٰ کا انتخاب آسان نہیں، علاقہ کے معمولی کونسلر کے انتخاب میں جو کچھ ہوتا ہے اس کو سامنے رکھا جائے تو اس کی نزاکت سمجھی جاسکتی ہے، مختلف تجاویز زیر غور تھیں، ان پر ردو کد اور بحث و تکرار جاری تھی، لیکن صدیق اکبر کا غیر متزلزل اسلوب اور فاروق اعظم کی جرأت مسئلہ کو حل کرنے کا سبب بنی، جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ امیر مہاجرین میں سے ہو گا اور انصار ان کے وزراء، معاون اور مددگار ہوں گے، اس کے لیے ابتدائی طور پر دو نام تجویز کئے کہ عمر فاروق اور ابو عبیدہ میں سے کسی کو منتخب کر لو، فوراً عمر فاروق نے دو ناموں کے بجائے ابو بکر صدیق کا اسم گرامی پیش کیا کہ ان سے بہتر کوئی اور شخص نہیں، بارگاہ رسالت میں جو مرتبہ جناب صدیق کو حاصل تھا، اس میں ان کا کوئی شریک و سہیم نہیں، حجۃ الوداع سے ایک سال قبل رسول اکرم ﷺ نے سن 9 ہجری میں سیدنا صدیق کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا، ان کی روانگی کے کچھ ہی دنوں بعد جب سورۃ برات کی آیات نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے مشرکین کے ساتھ کئے گئے اور جاری عہد و پیمان کے متعلق اہم اعلانات براء ت کے لیے عرب تہذیب کے مطابق اپنے گھر کے فرد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنے نمائندہ خصوصی کے طور پر روانہ فرمایا،، سیدنا علی رضی اللہ عنہ قافلۂ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے جاملے تو سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں خوش آمدید کہتے ہوئے استفسار کیا کہ آپ کو بطور امین بھیجا گیا یا مامور، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے وضاحت فرمائی کہ آپ ہی امیر رہیں گے اور میں مامور ہوں، پھر دوران حج مختلف موقعوں پر کئی اعلانات آئندہ کی پالیسی اور مشرکین عرب کے حوالہ سے کئے گئے۔(صحیح بخاری: 626)

اور آپ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری تین دن اپنے مصلے پر امامت صلاۃ کے لیے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھائیں۔

«مروا أبا بكر فليصل بالناس» (صحیح بخاری: 99)

حکم نبوی ﷺ کے مطابق سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے امامت کی اور وہاں موجود تمام صحابہ کرام ان کی اقتداء میں فرض نمازیں ادا کرتے رہے۔ لہٰذا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو بکر آپ اپنا ہاتھ بیعت کے لیے آگے بڑھائیے، محفل میں موجود لوگوں کی اکثریت نے بیعت کی، سقیفہ بنو ساعدہ میں موجود لوگوں کی بیعت کے بعد مسجد نبوی میں اجتماع عام ہوا، پہلے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کے بارے میں گفتگو کی اور پھر بیعت عامہ ہوئی۔

یوں امت مسلمہ کی قیادت کے اس نازک اور کٹھن مرحلہ کو حکمت و بصیرت اور انتہائی بالغ نظری کے ساتھ حل کر لیا گیا۔

امارت سنبھالنے کے بعد اپنے پہلے کلیدی خطاب میں سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"فإني قد وليت عليكم ولست بخيركم فإن أحسنت فأعينوني وإن اسأت فقوموني ... أطيعوني ما أطعت الله ورسوله فيكم فإذا عصيت الله ورسوله فلا طاعة لي عليكم." (البدایۃ والنہایۃ: 5/248)

مجھے سربراہ بنا دیا گیا ہے، حالانکہ میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں، میری بہتر کارگزاری میں میرا تعاون کرو اور کہیں خرابی ہو تو درست کر دو جب تک اللہ اور اس کے رسول کی میں اطاعت کرتا رہوں تم میری اطاعت بجالاؤ اور اگر میں کہیں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت نہ کرو۔ سلطنت اسلامیہ میں عدل و انصاف کا پیمانہ سب کے لیے یکساں ہو گا کوئی کمزور یا طاقت ور نہیں، کسی پر ظلم اور ناانصافی کی گنجائش نہیں ہو گی۔۔۔

**جیش اسامہ کی روانگی:**

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے زمام اقتدار سنبھالنے کے بعد مجاہدین کے حوالہ سے پہلا مرحلہ رومن امپائر کی خبر لینے کا تھا، دراصل رسول اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دنوں میں قیصری تسلط اور ریشہ دوانیوں کی خبر لینے کے لیے ایک بڑا لشکر تیار فرمایا تھا اور اس اہم لشکر کی قیادت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سپرد فرمائی، لشکر پابہ رکاب تھا ہی کہ آپ ﷺ کا مرض شدت اختیار کر گیا اور لشکر کی روانگی میں کچھ تاخیر ہو گئی اور بالآخر آپ ﷺ اس دار فانی سے کوچ کر گئے، اس خبر کے ساتھ ہی نئے فتنے سر اٹھانے لگے، کچھ لوگ فتنہ ارتداد میں مبتلا ہو گئے، کچھ لوگوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا وغیرہ، مدینہ منورہ اور گرد و نواح میں بظاہر حالات ایسے تھے کہ اتنی بڑی فوج مدینہ سے دور بھیجنا نقصان دہ ہو سکتا تھا، کیونکہ دارالحکومت کو مضبوط و مستحکم رکھنے کے لیے وہاں

زیادہ نفری کی ضرورت تھی، ان حالات میں یہ مشورہ بادی النظر میں درست ہی دکھائی دیتا تھا، لیکن سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی دور رس نگاہ اور تربیت نبوی کے اثرات نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا، کہ جو لشکر رسول اللہ ﷺ نے ترتیب دیا ہو، اس میں تردد کا میں مرتکب نہیں ہو سکتا، انہوں نے اپنا دوٹوک موقف بیان کیا کہ اگر مدینہ منورہ، پر وحشی جانوروں اور جنگلی پرندوں کے حملہ کا خطرہ منڈلا رہا ہو تب بھی یہ لشکر اپنی منزل کی جانب روانہ ہوگا اور فیصلہ نبوی نافذ ہو کر رہے گا، پھر کچھ بہی خواہوں نے یہ مشورہ دیا کہ اتنی بڑی فوج کی قیادت سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی جگہ کسی معمر تجربہ کار صحابی کے سپرد کی جائے، سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے اس تبدیلی کو رسول اکرم ﷺ کے فیصلہ سے سرتابی کے مترادف قرار دیا کہ جس نوجوان کو رسول اللہ ﷺ نے قیادت سونپی ہو میں اسے معزول کر کے کسی اور کا انتخاب کروں، اندیشہ ہے کہ اس میں مخالفت نبی کا پہلو نہ نکلے جس پر شدید وعید اور تنبیہ کی گئی۔

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

(سورة النور: 63)

غرض مختلف اندیشوں اور خطرات کے باوجود حسب حکم ومنشائے نبوی یہ لشکر اسامہ بن زید کی قیادت میں روانہ ہو گیا، خلیفۃ المسلمین کچھ دیر لشکر کی معیت میں چل پڑے، سپہ سالار اسامہ سواری پر سوار تھے، سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ پیدل چل رہے تھے انہوں نے ادب و احترام میں امیر المومنین سے کہا کہ یا تو آپ سوار ہو جائیے یا مجھے بھی پیدل چلنے کی اجازت دیجیے، جناب صدیق نے دونوں ہی باتوں سے منع کیا نہ تم پیدل چلو گے اور نہ ہی میں سوار، کچھ دیر تو مجاہدین کے ساتھ اپنے پاؤں فی سبیل اللہ غبار آلود ہونے کی برکت حاصل کرلوں، اسی لشکر میں سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے ان کے لیے درخواست کی گئی کہ اس وقت ان کی مدینہ منورہ میں زیادہ ضرورت ہے، لہٰذا قائد لشکر نے امیر المومنین کی درخواست منظور کی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو روانگی سے مستثنی کر دیا۔

امیر المومنین کے حکمت سے پر جرأت مندانہ بروقت فیصلہ کے اتنے مثبت اثرات مرتب ہوئے کہ جس علاقہ سے یہ لشکر جرار گذرتا علاقہ کے لوگوں پر ہیبت طاری ہوتی کہ مسلمانوں کے ہاں گویا اتنی طاقت ہے کہ اس نازک گھڑی میں اتنی بڑی فوج دارالسلطنت سے دور جا رہی ہے تو مدینہ کی اندرونی طاقت کا عالم کیا ہوگا، یوں جو مدینہ کے خلاف اقدام کرنے کی پلاننگ کر رہے تھے اپنے ارادہ سے باز آتے گئے۔ خلیفہ وقت کا کچھ دیر لشکر کے ساتھ چلنے کے سبب فوج میں جو چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو کیوں سپہ سالار بنایا گیا، اس کے اثرات از خود زائل ہو گئے اور پھر حب رسول ﷺ کی برکات قدم قدم پر دیکھنے میں آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فتح و کامرانی سے انہیں سرفراز فرمایا، نہایت شاداں و فرحاں فائز المرام یہ لشکر واپس لوٹا۔

یوں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے یقین محکم اور پر از حکمت اقدامات کے ذریعہ سلطنت اسلامیہ کی بنیادیں مضبوط کیں کہ اساسیات دین میں لیت ولعل اور تذبذب کی گنجائش نہیں، اسی جرأت مندانہ موقف کے باعث فتنہ ارتداد کا طوفان کمزور پڑ گیا اور جنھوں نے ادائیگی زکوۃ سے انکار کیا، ان کی ہمتیں جواب دے گئیں کہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جیتے جی دین میں کمی بیشی کی کوئی گنجائش نہیں اور ان کا یہ جملہ ہمیشہ کے لیے تاریخ میں ثبت ہو گیا کہ

أينقص الدين وأنا حي

☆☆☆

## لارڈ نذیر احمد کی اہلیہ محترمہ انتقال فرما گئیں

لارڈ نذیر احمد کی ترقی میں ان کی اہلیہ محترمہ کا مثالی کردار تھا۔

برطانیہ کی معروف شخصیت جناب لارڈ نذیر احمد کی اہلیہ محترمہ 65 سال کی عمر میں رادھرم میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

نماز جنازہ میں اقارب واحباب کی کثیر تعداد نے شرکت کی اور مرحومہ کے لیے مغفرت اور لواحقین کے لیے صبر وجمیل کی دعا کی گئی۔

لارڈ نزیر احمد کے مشیر مذہبی امور مولانا شیر خان جمیل احمد عمری نے رقت آمیز نماز جنازہ پڑھائی۔

مرحومہ بہت ہی نیک وصالحہ، مہمان نواز اور اچھے اخلاق وعادات سے متصف تھیں، اللہ کریم ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے اور ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر ثاقب نے کہا کہ جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ ہر بڑے مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح لارڈ نزیر احمد کے پیچھے ان کی اہلیہ مرحومہ کا ہاتھ تھا، مرحومہ سینکڑوں اقارب واحباب کو غمگین چھوڑ کر چلی گئیں ہیں۔ جنازہ میں مولانا سرفراز احمد مدنی، جناب خالد پرویز، مولانا محمد عبدالکریم ثاقب، جناب محمد غالب اور بہت سے عمائدین وقائدین شریک تھے، رادھرم میں تدفین عمل آئی۔ واضح ہو کہ سال گزشتہ لارڈ نزیر احمد کے دو بڑے بھائی جناب فاروق احمد اور جناب طارق احمد کی وفات سے لارڈ نزیر احمد صدمہ سے دوچار تھے کہ اب شریک حیات کی جدائی سے مزید بڑے صدمہ سے دوچار ہو گئے ہیں۔ اللہ انہیں اس غم کو سہنے کی ہمت وطاقت عطا فرمائے۔ آمین

مولانا محمد عبد الہادی العمری، مولانا شعیب احمد میرپوری، قاری ذکاء اللہ سلیم، مولانا محمد حفیظ اللہ خان المدنی، مولانا محمد ابراہیم میرپوری، چودہدری افتخار احمد، قاری محمد حمید الدین، ڈاکٹر عبدالرب ثاقب اور جمعیۃ اہل حدیث برطانیہ کے قائدین وعلمائے کرام نے لارڈ نزیر احمد سے اظہار تعزیت کیا۔

پوری دنیا سے سینکڑوں اقارب واحباب نے لارڈ نزیر احمد سے اظہار تعزیت کی۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں لارڈ احمد کی زوجہ میں

☆☆☆



# انفاق فی سبیل اللہ

قاری شفیق الرحمن زاہد، الحکمہ انٹرنیشنل، لاہور

اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنے بندوں کو مال عطا کرتا ہے، کسی کو کم اور کسی کو زیادہ، پھر انھیں مال خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے، انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دلاتا ہے اور بخل اور کنجوسی سے منع کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

"جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن (کے مال) کی مثال اُس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اُگیں اور ہر ایک بالی میں سو سو دانے ہوں اور اللہ جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے۔ اور وہ بڑی وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اگر آپ اللہ کی راہ میں ایک روپیہ خرچ کریں گے تو وہ ایسے ہے جیسے آپ نے سات سو روپے خرچ کئے۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا ثواب سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ عطا کرے گا۔ اگر ایک مالدار آدمی کسی شخص کو کہے کہ آج تم فلاں آدمی کو ایک سو روپے دے دو، میں کل تمہیں اس کے بدلے میں سات سو روپے دونگا۔ تو کیا وہ شخص اسے سو روپے دینے سے ہچکچائے گا، یا حیل وحجت پیش کرے گا؟ نہیں، ہر گز نہیں کیونکہ اسے معلوم ہے کہ کل مجھے اس کے بدلے میں ایک سو نہیں بلکہ سات سو روپے مل جائیں گے۔ تو آپ کا کیا خیال ہے اس ذات بابرکات کے بارے میں جس کے پاس تمام خزانوں کی چابیاں ہیں اور وہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان اور بڑے کرم والا ہے، وہ اپنے وعدے میں سچا ہے اور وہ یہ فرماتا ہے کہ تم میر ی راہ میں خرچ کرو میں تمہیں سات سو گنا زیادہ اجر وثواب دونگا تو کیا وہ اس پر قادر نہیں؟ اور کیا ہمیں اس کے حکم کے مطابق اس کی راہ میں خرچ نہیں کرنا چاہئے! جبکہ اس کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا﴾

"اور جو کارِ خیر بھی آپ اپنے لئے آگے بھیجیں گے اسے اللہ کے ہاں اس حال میں پائیں گے کہ وہ (اصل عمل) سے بہتر اور اجر کے لحاظ سے بہت بڑا ہوگا۔"

ایک اور آیت کریمہ میں اللہ تعالی کے لیے دن رات خرچ کرنے والے لوگوں کو یوں بشارت دی ہے:

﴿الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

"جو لوگ اپنے مال خرچ کرتے رہتے ہیں، دن رات، خفیہ طور پر اور ظاہری طور پر، اُن کا صلہ اللہ کے پاس ہے۔ اور اُن کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہو گا اور نہ غم۔" بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر واضح طور پر فرمایا ہے کہ کوئی شخص اُس وقت تک نیکی نہیں پا سکتا جب تک وہ اپنا محبوب مال خرچ نہ کرے۔

ارشاد باری ہے:

﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾

"تم اس وقت تک نیکی ہر گز نہیں پا سکتے جب تک اس چیز میں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہو اور تم جو بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔"

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے انفاق فی سبیل اللہ کی کیا عمدہ مثالیں قائم کیں اس کا اندازہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے قصہ سے کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ انصار مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار تھے اور انھیں اپنے اموال میں سے سب سے زیادہ محبوب مال ایک باغ تھا جو مسجد کے سامنے واقع تھا اور اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جایا کرتے تھے اور اس سے نکلنے والا عمدہ پانی نوش کیا کرتے تھے۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: ﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ اور میرا سب سے محبوب مال یہ باغ ہے، سو میں نے یہ اللہ کیلئے صدقہ کر دیا ہے اور اس پر میں اللہ تعالیٰ سے ہی اجر وثواب کا طلبگار ہوں اور اسے اس کے پاس ذخیرہ کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا آپ اسے جہاں چاہیں خرچ کریں۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«بَخٍ،ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ،ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ»

"بہت خوب، یہ نفع بخش مال ہے، یہ نفع بخش مال ہے۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہاری بات سن لی ہے، لیکن میرا خیال یہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو، چنانچہ انھوں نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچیرے بھائیوں میں بانٹ دیا۔

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے سخت تنبیہ کی ہے کہ اگر تم بخل کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے تو ہم تمھیں ختم کر کے دوسرے لوگ لے آئیں گے جو تمھاری طرح بخیل نہیں بلکہ خرچ کرنے والے

ہونگے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ ۖ وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِ ۚ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاءُ ۚ وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم﴾

"دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلائے جاتے ہو، تو تم میں ایسے شخص بھی ہیں جو بخل کرنے لگتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے وہ اپنے آپ سے ہی بخل کرتا ہے۔اور اللہ تو بے نیاز ہے تم ہی اس کے محتاج ہو اور اگر تم منہ پھیر وگے تو وہ تمھاری جگہ دوسرے لوگ لے آئے گا، پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔"

اور سورۃ سبا میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ تم لوگ جو کچھ بھی خرچ کرو، زیادہ یا کم، اللہ تعالیٰ جو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے وہ اس کی جگہ تمہیں اور مال عطا کر دیتا ہے۔ارشاد باری ہے:

﴿وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾

"اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو وہ اس کی جگہ تمہیں اور دے دیتا ہے۔اور وہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔"

لہٰذا کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ میں خرچ کرونگا تو میرا مال کم پڑ جائے گا، بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر مکمل یقین رکھتے ہوئے خرچ کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی جگہ اور عطا کر دے گا۔ان تمام آیات کریمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دلائی ہے اور اس کا اجر وثواب ذکر کر کے اس کے بعض فوائد کی طرف ہمیں متوجہ کیا ہے۔اسی بناء پر رسول اکرم ﷺ خود بھی مال بہت زیادہ خرچ کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دلاتے اور بخل کی مذمت کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ إِلَّا وَمَلَكَانِ يَنْزِلَانِ يَقُوْلُ أَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُوْلُ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا»

"ہر دن صبح کو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک دعا کرتے ہوئے کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور مال عطا کر اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! خرچ نہ کرنے والے کا مال تباہ کر دے۔"

اور حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ»

"دو آدمیوں کا عمل قابل رشک ہے، ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ قرآن دے اور وہ اسے دن رات پڑھتا رہے۔اور دوسرا وہ جسے اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اسے دن رات خرچ کرتا رہے۔"

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا قابلِ رشک عمل ہے اور حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: يَا ابْنَ آدَمَ! أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ»

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے آدم کے بیٹے! تم خرچ کرتے رہو، میں تم پر خرچ کرتا رہونگا۔"

انفاق فی سبیل اللہ ایک نفع بخش تجارت ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ ٥ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ﴾

"بے شک وہ لوگ جو اللہ کی کتاب کو پڑھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس سے وہ خفیہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امید وار ہیں جس میں کبھی خسارہ نہ ہو گا۔تاکہ اللہ انھیں ان کا پورا پورا اجر دے اور اپنے فضل وکرم سے مزید عطا کرے، یقیناوہ معاف کرنے والا اور بڑا قدر دان ہے۔"

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ایک ایسی تجارت ہے جس میں کبھی خسارہ نہیں ہوتا، منافع ہی منافع حاصل ہوتے ہیں، یعنی موجودہ مال میں برکت آتی ہے اور مزید رزق کے دروازے کھل جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِن تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ﴾

"اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو تو وہ اسے کئی گنا بڑھا دے گا اور تمہیں معاف کر دے گا، اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان اور نہایت بردبار ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کو قرض حسنہ قرار دیا ہے حالانکہ مال کا اصل مالک بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہ جس کو چاہے کم دے اور جس کو چاہے زیادہ عطا کرے اور اصل مالک کو مال لوٹا دینا قرض نہیں کہلاتا لیکن یہ در حقیقت اُس مالک کا کرم ہے کہ وہ اسے قرض حسنہ قرار دیتا ہے اور اسے کئی گنا بڑھا دیتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ﴾

"اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کی پرورش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ناشکرے اور بد عمل انسان کو پسند نہیں کرتا۔"

اللہ تعالیٰ صدقات کی پرورش کیسے کرتا ہے اس کی وضاحت ہمیں نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے ملتی ہے۔حضرت ابو ہریرہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول

اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ تَصَدَّقَ بِعِدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ إِلَّا الطَّيِّبَ ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُهَا بِيَمِيْنِهِ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّيْ أَحَدُكُمْ فُلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ»

”جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ حلال کمائی کو ہی قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر صدقہ کرنے والے کیلئے اس کی پرورش ایسے کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ (صدقہ) ایک پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔“

اللہ اکبر، کتنا کریم ہے ہمارا خالق ومالک، کھجور کے برابر صدقے کو اتنا بڑھاتا اور اس کی اتنی پرورش کرتا ہے کہ وہ ایک پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے! سبحان اللہ وبحمدہ ان تمام آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ سے مال بڑھتا ہے اور بے انتہا منافع حاصل ہوتے ہیں۔ لہٰذا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے انسان کو اس بات کا اندیشہ قطعاً نہیں ہونا چاہئے کہ اس کے مال میں کمی واقع ہو جائے گی یا بنک بیلنس کم ہو جائے گا، بلکہ اسے نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد پر یقین کامل ہونا چاہئے کہ

«مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ»

”صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا۔“ بلکہ اس میں اضافہ کرتا ہے۔ اور آنحضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا تھا:

«أَنْفِقْ بِلَالُ، وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلَالًا»

”بلال! تم خرچ کرو اور عرش والے کی طرف سے کمی کا خوف نہ کرو۔“

### صدقہ قیامت کے روز انسان پر سایہ کرے گا

قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ تمام بنو آدم کو اکٹھا کرے گا تو یہ سورج جو اب کروڑوں میل کی مسافت پر ہے اُس دن انسانوں سے صرف ایک میل کے فاصلے پر ہو گا، تب لوگوں کو ان کے اعمال کے بقدر پسینہ آئے گا، کسی کا پسینہ اس کے ٹخنوں تک ہو گا، کسی کا پسینہ اس کے گھٹنوں تک ہو گا، کسی کا پسینہ اس کی کوکھ تک ہو گا اور کسی کا پسینہ اس کے منہ تک پہنچ رہا ہو گا۔ اُس دن صدقہ کرنے والا انسان اپنے صدقے کے سائے تلے ہو گا، جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«كُلُّ امْرِيءٍ فِيْ ظِلِّ صَدَقَتِهِ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ»

”ہر شخص اپنے صدقے کے سائے تلے ہو گا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔“ اور جو انسان انتہائی خفیہ انداز سے صدقہ کرے وہ عرش الٰہی کے سائے تلے ہو گا جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

«سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ»

”سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سائے تلے جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا۔۔۔ ان میں سے ایک شخص وہ ہے جس نے اس طرح خفیہ طور پر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔“

اور اگر ہم بھی روزِ قیامت کی گرمی اور اس دن کے پسینے سے بچنا چاہتے ہیں تو ہمیں کثرت سے صدقہ کرنا ہو گا۔ خاص طور پر خفیہ صدقہ کہ جس کا کسی کو پتہ نہ چلے، کیونکہ اس کی جزاء عرش الٰہی کا سایہ ہے۔

فرشتے آبیاری کرتے ہیں جی ہاں! صدقہ کرنے والے شخص کا مال بابرکت ہوتا ہے اور اس کے باغات کی آبیاری فرشتے کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ایک آدمی ایک صحراء سے گذر رہا تھا کہ اس نے ایک بادل میں سے یہ آواز سنی: (اِسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ) ”فلاں آدمی کے باغ کو پانی پلاؤ۔“ چنانچہ وہ بادل ایک طرف چلا گیا اور ایک کالے پتھروں والی زمین پر پانی برسا دیا، پھر وہاں موجود نالیوں میں سے ایک نالی نے وہ سارا پانی اپنے اندر لے لیا، یہ آدمی پانی کے پیچھے پیچھے چل دیا، اس نے اچانک دیکھا کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا ہے اور وہ اپنے بیلچے کے ساتھ اِس پانی کا رخ اُس باغ کی طرف موڑ رہا ہے۔ اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! آپ کا نام کیا ہے؟ تو اس نے اپنا وہی نام بتایا جسے یہ آدمی بادل میں سے سن چکا تھا۔ پھر اُس نے پوچھا: اے اللہ کے بندے! آپ نے میرا نام کیوں پوچھا ہے؟ اس نے کہا: میں نے بادل میں سے ایک آواز سنی تھی جس سے یہ پانی نکل کر یہاں پہنچا ہے، وہ آواز کہہ رہی تھی: فلاں آدمی کے باغ کو پانی پلاؤ اور اس نے آپ ہی کا نام لیا تھا۔ تو کیا آپ بتائیں گے کہ آپ اس باغ میں کیا کرتے ہیں؟ اس نے کہا:

«أَمَّا إِذَا قُلْتَ هٰذَا فَإِنِّيْ أَنْظُرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِيْ ثُلُثًا ،وَأَرُدُّ فِيْهَا ثُلُثَهُ»

”جب آپ نے مجھے یہ بات بتائی ہے تو میں بھی آپ کو بتا دیتا ہوں! اصل بات یہ ہے کہ میں اس باغ سے نکلنے والا پھل تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں، ایک حصہ صدقہ کر دیتا ہوں، دوسرا حصہ میں اور میرے بچے کھاتے ہیں اور تیسرا حصہ میں اسی میں واپس لوٹا دیتا ہوں۔“

### انفاق فی سبیل اللہ سے خیر کے دروازے کھل جاتے اور تمام امور آسان ہو جاتے ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى ۝ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى ۝ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ

إِذَا تَرَدّٰى﴾

"لہٰذا جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور ڈرتا رہا اور بھلی باتوں کی تصدیق کی تو ہم اسے آسان راہ پر چلنے کی سہولت دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے پروائی کرتا رہا اور بھلی باتوں کو جھٹلایا تو ہم اسے تنگی کی راہ پر چلنے کی سہولت دیں گے اور جب وہ جہنم میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کسی کام نہ آئے گا۔"

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے، خرچ کرنے والے کے سامنے خیر کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اس کے تمام امور، خواہ دنیوی ہوں یا اخروی آسان ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر انسان بخل کرے اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرے تو اس کے سامنے خیر کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور تمام امور مشکل ہو جاتے ہیں۔

**اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے تزکیۂ نفس ہوتا ہے**

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾

"آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لیجئے، اس طرح آپ انھیں پاک کر دیں گے اور صدقہ کے ذریعے ان کا تزکیہ کریں گے۔ اور آپ ان کیلئے دعا کیجئے، بلاشبہ آپ کی دعا ان کیلئے باعث تسکین ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ صدقہ کرنے سے تین فوائد حاصل ہوتے ہیں: پہلا یہ کہ انسان گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ صدقہ کرنے کے بعد باقی ماندہ مال بھی پاکیزہ ہو جاتا ہے۔ اور تیسرا یہ کہ خرچ کرنے والے کا نفس مال و دولت کی محبت، حرص، لالچ اور بخل جیسی امراض سے پاک ہوتا ہے۔

**انفاق فی سبیل اللہ قبر کی آگ کو بجھا دے گا**

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِيءُ عَنْ أَهْلِهَا حَرَّ الْقُبُوْرِ، وَإِنَّمَا يَسْتَظِلُّ الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ ظِلِّ صَدَقَتِهِ»

"بے شک صدقہ کرنے والوں سے صدقہ قبروں کی گرمی کو بجھائے گا۔ اور مومن قیامت کے روز اپنے صدقے کے سائے میں ہوگا۔"

**انفاق فی سبیل اللہ کے بعض عمدہ نمونے**

انفاق فی سبیل اللہ کے بعض فضائل اور فوائد وثمرات ذکر کرنے کے بعد اب ہم اس کے بعض عمدہ نمونے ذکر کرتے ہیں اور جب ہم " عمدہ نمونوں " کی بات کرتے ہیں تو اس سلسلے میں ہمارے سامنے سب سے پہلے امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کا نام گرامی آتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نہایت کریم اور بہت زیادہ سخی تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے بہت زیادہ بھیڑ بکریوں کا سوال کیا جو دو پہاڑوں کے درمیان خالی جگہ کو بھر دیتی ہیں۔ تو آپ ﷺ نے وہ سب کی سب اسے عطا کر دیں، پھر وہ شخص اپنی قوم کی طرف واپس لوٹا اور کہنے لگا:

"أَيْ قَوْمِ، أَسْلِمُوْا، فَوَاللهِ إِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِيْ عَطَاءَ مَنْ لَا يَخَافُ الْفَقْرَ."

"اے میری قوم! تم سب اسلام قبول کر لو کیونکہ اللہ کی قسم! حضرت محمد ﷺ تو اُس شخص کی طرح عطا کرتے ہیں جسے کسی فقر وفاقہ کا خوف نہیں ہوتا۔"

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے عصر کی نماز ادا کی، آپ ﷺ نے ابھی سلام پھیرا ہی تھا کہ آپ فوراً اٹھے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کے حجرے میں چلے گئے، لوگ آپ کی جلد بازی کو دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ باہر آئے تو آپ نے دیکھا کہ لوگ آپ کی جلد بازی کی وجہ سے حیران ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: " مجھے نماز میں یاد آیا کہ ہمارے پاس سونے کا ایک ڈھیلا ' جو صدقے کا تھا موجود ہے، تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں رات ہونے تک وہ ہمارے گھر میں ہی نہ پڑا رہ جائے، اس لئے میں جلدی سے اندر گیا اور اسے تقسیم کرنے کا حکم دیا۔"

اور جہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعلق ہے تو وہ بھی نبی کریم ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا اور اتفاق سے اُس دن میرے پاس مال موجود تھا۔ میں نے دل میں کہا: آج حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جانے کا بہترین موقع ہے، لہٰذا میں اپنا آدھا مال لے آیا اور آنحضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے پوچھا: اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ میں نے کہا: جتنا مال آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے اتنا ہی گھر والوں کیلئے چھوڑ آیا ہوں۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا پورا مال لے آئے اور رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے پوچھا: اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ تو انھوں نے کہا: میں ان کیلئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ تب میں نے کہا: میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کبھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔

حضرت عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے (جیش العسرۃ) یعنی انتہائی تنگی کے عالم میں فوج کو جنگ تبوک کیلئے تیار ہونے کا حکم دیا تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنے ایک کپڑے میں ایک ہزار دینار لے آئے اور انہیں رسول اکرم ﷺ کی جھولی میں انڈیل دیا۔ آنحضور ﷺ انھیں اپنے ہاتھوں سے اوپر نیچے کرتے ہوئے بار بار فرما رہے تھے:

«مَا ضَرَّ ابْنَ عَفَّانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ»

"آج کے بعد عثمان بن عفان جو کچھ بھی کریں انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔" اُم درۃ کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم لے کر آئی، وہ اُس دن روزے کی حالت میں تھیں، چنانچہ انھوں نے وہ تمام درہم تقسیم کر دیئے۔ تو میں نے ان سے کہا: آپ نے پورا مال تقسیم کر دیا، اگر آپ چاہتیں تو کم از کم ایک درہم رکھ لیتیں جس سے آپ گوشت خرید لیتیں اور اسی سے افطاری کے وقت کھا لیتیں! انھوں نے کہا: اگر تم مجھے یاد کرا دیتی تو میں ایسے ہی کر لیتی۔

اِس طرح کے واقعات بے شمار ہیں، ہم نے صرف تین واقعات ذکر کئے ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انفاق فی سبیل اللہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے اور اس طرح دل کھول کر خرچ کرتے تھے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو بھی بھول جاتے تھے۔

**انفاق فی سبیل اللہ کی مختلف اقسام**

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ ان میں سے چند اہم طریقے یہ ہیں:

**1۔ تعمیرِ مساجد**

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ ۖ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴾

"اللہ کی مساجد کو تعمیر (اور آباد) کرنا تو بس اُس کا کام ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا، نماز قائم کی اور زکاۃ دیتا رہا اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا۔ پس قریب ہے کہ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہونگے۔"

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ بَنَى لِلّٰهِ مَسْجِدًا يَبْتَغِيْ بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ، بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ»

"جو شخص اللہ کیلئے مسجد بنائے، محض اللہ تعالیٰ کی رضا کو طلب کرتے ہوئے تو اللہ اس کیلئے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔"

**2۔ علم نافع کی نشر واشاعت**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهُ»

"جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے: صدقہ جاریہ، علم نافع اور صالح اولاد جو اس کیلئے دعا کرتی رہے۔"

علم نافع کی نشر واشاعت میں کسی طرح سے بھی حصہ ڈالا جا سکتا ہے۔ مثلا قرآن وحدیث کی تعلیم دینا، دروس اور خطبِ جمعہ کے ذریعے لوگوں کو احکام شرعیہ اور آداب اسلامیہ سے روشناس کرانا، دینی کتب کو چھپوانا، قرآن وحدیث کے ریکارڈ شدہ لیکچرز کو تقسیم کرنا، طالب علموں کو کتب مہیا کرنا اور مساجد میں قرآن مجید وقف کرنا وغیرہ۔

**3۔ کفالتِ ایتام**

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَقَالَ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى»

"میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایسے ہونگے جیسے یہ دو انگلیاں ہیں۔" یعنی انگلی شہادت اور درمیانی انگلی۔

**4۔ جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرنا**

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ أَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا»

"جو شخص ایک مجاہد کو مالی طور پر تیار کر کے جنگ کیلئے روانہ کرے وہ ایسے ہے جیسے اس نے خود جنگ میں حصہ لیا۔ اور جو آدمی کسی مجاہد کے گھر والوں میں رہے اور خیر وبھلائی کے ساتھ ان کی رکھوالی کرے تو وہ بھی ایسے ہی ہے جیسے اس نے خود جنگ میں شرکت کی۔"

**5۔ فقراء ومساکین کو کھانا کھلانا یا ان کی مدد کرنا**

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾

"خود کھانے کی محبت کے باوجود وہ مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔" اور بیوگان اور محتاجوں کی مدد کرنے والا اور ان پر خرچ کرنے والا شخص ایسے ہے جیسے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا ہو۔ حضرت صفوان بن سُلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اَلسَّاعِيْ عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، أَوْ كَالَّذِيْ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ»

"بیوگان اور مسکینوں پر خرچ کرنے والا آدمی (اجر وثواب کے اعتبار سے) ایسے ہے جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا یا دن کو روزہ رکھنے والا اور رات کو قیام کرنے والا ہو۔"

**6۔ روزہ داروں کا روزہ افطار کرانا**

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئٌ»

"جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ کھلواتا ہے تو اسے بھی اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا روزہ دار کو ملتا ہے۔ اور خود روزہ دار کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں آتی۔"

**انفاق فی سبیل اللہ کا ثواب ضائع کرنے والے امور:**

1۔ ریاکاری اور 2۔ احسان جتلانا: جو شخص محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے خرچ نہ کرے بلکہ صرف لوگوں کو دکھلانے یا اپنی تعریف سننے کیلئے خرچ کرے تو اس کی

یہ نیت اس کے اجر وثواب کو ضائع کر دیتی ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو کسی کو صدقہ دینے یا اس پر خرچ کرنے کے بعد اسے اپنا احسان جتلائے یا لوگوں کے سامنے اسے رسوا کر کے اذیت پہنچائے تو اس کا صدقہ بھی برباد ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ۖ لَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ0 وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾

"مومنو! اپنے صدقات (وخیرات) کو احسان جتلا کر اور ایذا دے کر اُس شخص کی طرح برباد نہ کرو جو لوگوں کو دکھانے کیلئے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ تو اُس (کے مال) کی مثال اُس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اُس پر زور کا مینہ برسے اور وہ اُسے صاف کر ڈالے۔ (اسی طرح) یہ (ریاکار) لوگ اپنے اعمال کا کچھ بھی صلہ حاصل نہیں کر سکیں گے اور اللہ ایسے ناشکروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا اور جو لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اور خلوصِ نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو۔ (جب) اُس پر مینہ پڑے تو دُگنا پھل لائے اور اگر مینہ نہ بھی پڑے تو خیر پھوار ہی سہی اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔"

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے احسان جتلا کر اور جس پر خرچ کیا جائے اسے اذیت پہنچا کر اپنے صدقات کو برباد کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان دونوں چیزوں سے صدقات کا اجر وثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ریاکاری کی نیت سے خرچ کرنے والے اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے خرچ کرنے والے کی الگ الگ مثالیں ذکر کی ہیں، دکھلاوا کرتے ہوئے خرچ کرنے والے کے عمل کو اللہ تعالیٰ نے اس چٹان کی طرح قرار دیا ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر اس پر موسلا دھار بارش برسے تو اُس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ مٹی بالکل صاف ہو جائے گی، اسی طرح لوگوں کو دکھانے یا ان سے تعریف سننے کی خاطر خرچ کرنے والے شخص کو بھی کچھ نہیں ملتا اور اخلاص نیت کے ساتھ خرچ کرنے والے کے عمل کو اللہ تعالیٰ نے اس باغ کی مانند قرار دیا ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو، اگر اس پر بارش برسے تو وہ دوگنا پھل دیتا ہے۔ اور اگر بارش نہ برسے تو صرف پھوار ہی کافی ہوتی ہے اور وہ پھر بھی کچھ نہ کچھ پھل ضرور دیتا ہے، اسی طرح صدقات میں اگر اخلاص نیت اور صرف رضائے الٰہی کی طلب ہو تو ان کا اجر وثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ اسی لئے جو صدقہ خفیہ طور پر کیا جائے وہ اُس صدقے سے بہتر ہے جو ظاہری طور پر کیا جائے کیونکہ خفیہ طور پر صدقہ کرنے میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے اور ریاکاری سے زیادہ دور ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾

"اگر تم خیرات ظاہر اً دو تو وہ بھی خوب ہے اور اگر پوشیدہ دو اور دو بھی اہلِ حاجت کو تو وہ خوب تر ہے۔ اور (اس طرح کا دینا) تمہارے گناہوں کو بھی دور کر دے گا۔ اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔"

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

«صَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِيءُ غَضَبَ الرَّبِّ»

"خفیہ طور پر صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھا دیتا ہے۔" نیز خرچ کرنے کے بعض آداب سکھلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ 0 لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾

"اور (مومنو) تم جو مال خرچ کرو گے تو اُس کا فائدہ تمہی کو ہے۔ اور تم تو جو خرچ کرو گے اللہ کی خوشنودی کیلئے کرو گے۔ اور جو مال تم خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیدیا جائے گا اور تمہارا کچھ نقصان نہ کیا جائے گا۔ (اور ہاں تم جو خرچ کرو گے تو) اُن حاجتمندوں کیلئے جو اللہ کی راہ میں رُکے بیٹھے ہیں اور زمین میں کسی طرف جانے کی طاقت نہیں رکھتے (اور مانگنے سے عار رکھتے ہیں) یہاں تک کہ نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص اُن کو غنی خیال کرتا ہے۔ اور تم چہرے سے اُن کو صاف پہچان لو گے (کہ حاجتمند ہیں اور شرم کے سبب) لوگوں سے (منہ پھاڑ کر اور) لپٹ کر نہیں مانگ سکتے۔ اور تم جو مال خرچ کرو گے کچھ شک نہیں کہ اللہ اُس کو جانتا ہے۔"

جہاں تک احسان جتلانے اور اذیت پہنچانے کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے صرف ان خرچ کرنے والوں سے اجر وثواب کا وعدہ فرمایا ہے جو خرچ کرنے کے بعد ان دونوں چیزوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى ۙ لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

"جو لوگ اپنا مال اللہ کے رستے میں خرچ کرتے ہیں

پھر اُس کے بعد نہ اُس خرچ کا (کسی پر) احسان رکھتے ہیں اور نہ (کسی کو) تکلیف دیتے ہیں اُن کا صلہ اُن کے رب کے پاس (تیار) ہے اور (قیامت کے روز) نہ اُن کو کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

احسان جتلانا کتنا بڑا گناہ ہے، اس کا اندازہ آپ اس حدیث سے کر سکتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

«ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَمُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَالْمَنَّانُ عَطَاءهُ، وَثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ: اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَالدَّيُوْثُ، وَالرَّجِلَةُ»

"قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تین قسم کے لوگوں کی طرف دیکھنا تک گوارہ نہیں کرے گا : والدین کا نافرمان (اور ان سے بد سلوکی کرنے والا)، ہمیشہ شراب نوشی کرنے والا اور احسان جتلانے والا۔ اور تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہو نگے : والدین کا نافرمان اور انھیں اذیت پہنچانے والا، دیوث (جس کے گھر میں بد کاری ہو رہی ہو اور وہ اسے خاموشی سے دیکھتا رہے۔) اور وہ عورت جو مردوں جیسی وضع قطع بناتی اور ان سے مشابہت اختیار کرتی ہو۔"

### 3۔ گھٹیا چیز کا صدقہ کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾

"مومنو! جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں اُن میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔ اور بُری اور ناپاک چیزیں دینے کا قصد نہ کرنا کہ اگر وہ چیزیں تمہیں دی جائیں تو بجز اس کے کہ (لیتے وقت) آنکھیں بند کر لو اُن کو کبھی نہ لو۔ اور جان لو کہ اللہ بے پرواہ اور قابلِ ستائش ہے۔"

### 4۔ صدقہ واپس لینا

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

«إِنَّ مَثَلَ الَّذِيْ يَعُوْدُ فِيْ عَطِيَّتِهِ كَمَثَلِ الْكَلْبِ أَكَلَ حَتّٰى إِذَا شَبِعَ قَاءَ، ثُمَّ عَادَ فِي قَيْئِهِ»

"بے شک وہ آدمی جو اپنے صدقے کو واپس لے لے اُس کی مثال اُس کتے کی سی ہے جو سیر ہو کر کھائے، پھر قے کر دے اور پھر اسی کو چاٹنا شروع کر دے۔"

اور حضرت عمر بن خطاب ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کیلئے ایک گھوڑا دیا تو اس نے اس کی غذا وغیرہ کا اہتمام نہ کیا جس سے وہ کمزور پڑ گیا۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ (اگر وہ مل جائے تو) میں اسے خرید لوں۔ میرا خیال یہ تھا کہ وہ آدمی اسے سستے داموں بیچ دے گا۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا :

«لَا تَشْتَرِهِ، وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهِ»

"اسے مت خریدو اور اپنا صدقہ مت واپس لو اگرچہ وہ تمھیں ایک ہی درہم میں کیوں نہ دے، کیونکہ اپنا صدقہ واپس لینے والا شخص اس کتے کی مانند ہے جو اپنی قے کو دوبارہ چاٹنا شروع کر دے۔"

لہٰذا انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کو ان تمام امور سے اجتناب کرنا چاہئے جو ان کے صدقات کو ضائع کر دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق دے اور ہمارے صدقات کو قبول فرمائے۔

ہم نے صدقات کے فضائل و فوائد اور ان کے بعض احکام بیان کئے۔ اب یہ بھی جان لیجئے کہ صدقات میں سب سے اہم صدقہ فریضۂ زکاۃ کی ادائیگی ہے۔

### زکاۃ کی تعریف

عربی زبان میں لفظ" زکاۃ " پاکیزگی، بڑھوتری اور برکت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ شریعت میں "زکاۃ" ایک مخصوص مال کے مخصوص حصے کو کہا جاتا ہے جو مخصوص لوگوں کو دیا جاتا ہے۔ اور اسے "زکاۃ" اس لئے کہا گیا ہے کہ اس سے دینے والے کا تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور اس کا مال پاک اور بابرکت ہو جاتا ہے۔ یاد رہے کہ "زکاۃ" کیلئے قرآن وسنت میں " صدقہ "کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾

"(اے پیغمبر) آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعے آپ ان کو پاک صاف کر دیں گے۔"

### زکاۃ کی اہمیت

(1) زکاۃ دین اسلام کے ان پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک ہے جن پر دین اسلام قائم ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَن لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ .... الخ»

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بر حق نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، نماز قائم کرنا اور زکاۃ ادا کرنا۔۔۔۔"

(2) زکاۃ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ ....﴾

"اور میری رحمت تو ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، پس میں اپنی رحمت ان لوگوں کے نام لکھ دوں گا جو (گناہ

اور شرک سے ) بچے رہتے ہیں اور زکاۃ ادا کرتے ہیں۔"

(3)زکاۃ دینی بھائی چارے کی شروط میں سے ایک شرط ہے۔فرمان الٰہی ہے:

﴿ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ﴾

"پس اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکاۃ دیتے رہیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔"

(4)مسلم معاشرے میں جن عادات کو عام ہونا چاہئے ان میں سے ایک زکاۃ ہے۔فرمان الٰہی ہے:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ ﴾

"مومن مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے کے (مدد گار ومعاون اور)دوست ہیں،وہ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں، نمازوں کو پابندی سے بجالاتے اور زکاۃ ادا کرتے ہیں۔۔۔"

( 5 )جنت الفردوس کے وارث بننے والے مومنوں کی جو صفات اللہ نے بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک زکاۃ ادا کرنا ہے۔فرمان الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ﴾

"اور جو زکاۃ ادا کرنے والے ہیں۔"

( 6 )حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: مجھے ایسا عمل بتایئے جسے کرنے سے میں جنت میں چلا جاؤں ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ»

"اللہ ہی کی عبادت کرتے رہو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ۔فرض نماز پابندی سے ادا کرتے رہو ،زکاۃ ادا کرتے رہو اور صلہ رحمی کرتے رہو۔"

( 7 )زکاۃ کی ادائیگی سے مال بڑھتا اور بابرکت ہو جاتا ہے اور آفتوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ ۖ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ﴾

"اور جو تم سود دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مال میں اضافہ ہوتا رہے تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا۔اور جو تم زکاۃ دو گے اللہ کی خوشنودی پانے کی خاطر تو ایسے لوگ ہی کئی گنا زیادہ پانے والے ہیں۔"

### زکاۃ کے فوائد

( 1 )اللہ تعالیٰ نے رزق کی تقسیم اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، جسے چاہے زیادہ دے اور جسے چاہے تھوڑا دے، لیکن مالدار کو اللہ تعالیٰ نے زکاۃ دینے، صدقہ کرنے اور خرچ کرنے کا حکم دیا ہے، تاکہ جسے اللہ نے تھوڑا دیا ہے اسے بغیر سوال کے ملتا رہے اور اس کی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔اور فقیر کو اللہ تعالیٰ نے سوال سے بچنے کا حکم دیا ہے تاکہ اس کے اندر صبر و شکر جیسی صفات حمیدہ پیدا ہوں۔ اس طرح معاشرے کے یہ دونوں فرد اللہ کے اجر و ثواب کے مستحق ہوتے ہیں، مالدار خرچ کرکے اور فقیر صبر وشکر کرکے۔

( 2 )اسلام کے مالیاتی نظام کی ایک خوبی یہ ہے کہ اگر پورے اخلاص کے ساتھ اس پر عمل کیا جائے تو دولت چند لوگوں کے ہاتھوں میں منحصر ہونے کی بجائے معاشرے کے تمام افراد میں گردش کرتی رہتی ہے۔اسکے برعکس دیگر مالیاتی نظاموں میں یہ ہوتا ہے کہ معاشرے کے چند افراد تو عیش وعشرت سے زندگی بسر کرتے ہیں اور انہی کے قرب وجوار میں رہنے والے دوسرے لوگ غربت کی چکی میں پستے رہتے ہیں جو بہت بڑا ظلم ہے۔چنانچہ معاشرے میں مالیاتی توازن برقرار رکھنے اور اس معاشرتی ظلم کا سد باب کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے زکاۃ کو فرض کیا اور صدقات اور انفاق کی طرف ترغیب دلائی تاکہ معاشرے کے تمام افراد مال ودولت سے مستفید ہوتے رہیں۔

( 3 )زکاۃ کی ادائیگی سے مالدار اور فقیر کے درمیان محبت پیدا ہوتی ہے اور یوں معاشرہ بغض، نفرت اور خود غرضی جیسی بیماریوں سے پاک ہو جاتا ہے۔زکاۃ دینے والے میں سخاوت، شفقت اور ہمدردی اور زکاۃ لینے والے میں احسانمندی، تواضع اور انکساری جیسی صفات حمیدہ پیدا ہو جاتی ہیں ۔ گویا نظامِ زکاۃ معاشرے میں اخلاقی قدروں کو پروان چڑھاتا ہے۔

( 4 )تاریخ شاہد ہے کہ خلافت راشدہ کے دور میں جب زکاۃ کو حکومتی سطح پر جمع اور اسے فقراء میں تقسیم کیا جاتا تھا تو ایک وقت ایسا بھی آیا جب تلاش کرنے کے باوجود بھی معاشرے میں فقراء نہیں ملتے تھے، چنانچہ زکاۃ بیت المال میں جمع کرادی جاتی تھی اور پھر اسے مسلمانوں کے مفادات عامہ میں خرچ کر دیا جاتا۔اس سے ثابت ہوا کہ اسلامی نظام زکاۃ سے معاشرے میں غربت ختم ہوتی ہے بشرطیکہ اسے پورے اخلاص اور مکمل دیانتداری کے ساتھ نافذ کیا جائے۔

( 5 )مالدار لوگ اگر زکاۃ ادا نہ کریں تو معاشرے میں موجود فقراء احساسِ کمتری کا شکار ہو جائیں اور ان کے دلوں میں مالداروں کے خلاف شدید عداوت پیدا ہو جائے۔اور پھر وہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے چوری اور ڈاکہ زنی جیسے جرائم کا ارتکاب شروع کردیں۔یوں معاشرہ بدامنی اور لاقانونیت کی بھیانک تصویر بن جائے، گویا اسلامی نظام زکاۃ ان اخلاقی جرائم کا سد باب کرتا اور معاشرے کو امن وسکون کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

( 6 )مال اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جس کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔اور اس کی واحد شکل یہ ہے کہ اس کی زکاۃ ادا کی جائے۔اور یہ بات معلوم ہے کہ جب اللہ کی نعمتوں پر شکریہ ادا کیا جائے تو اللہ کی عنایات میں

اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴾

”اگر تم شکر ادا کروگے تو میں ضرور بالضرور تمہیں اورزیادہ دوں گا۔“

**زکاۃ نہ دینے والے کا انجام**

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ زکاۃ فرض ہے اور اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ چنانچہ جو شخص اس کی فرضیت سے انکار کرے وہ یقینا کافر اور واجب القتل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے بعد جن لوگوں نے زکاۃ دینے سے انکار کر دیا تھا آپ نے ان کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

«وَاللهِ لَوْمَنَعُوْنِىْ عِقَالًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهِ»

”اللہ کی قسم! جو لوگ ایک رسی بھی آنحضرت ﷺ کو دیا کرتے تھے، اگر مجھے نہیں دیں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔“

اور جو شخص زکاۃ کی فرضیت کا تو قائل ہو لیکن اسے ادا نہ کرتا ہو تو اس کا انجام کیا ہو گا؟ اس کے متعلق ایک آیت اور ایک حدیث سماعت فرمائیے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ 0 يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ﴾

”اور جو لوگ سونا چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجئے، جس دن اس خزانے کو آتشِ دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا:) یہ ہے جسے تم نے اپنے لئے خزانہ بنا رکھا تھا، پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔“ اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيْبَتَانِ، يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: أَنَا مَالُكِ، أَنَا كَنْزُكِ»

”اللہ نے جس کو مال سے نوازا، پھر اس نے زکاۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا جس کی آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے، یہ سانپ اس کے گلے کا طوق ہو گا اور اس کے جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا: میں ہوں تیرا مال، میں ہوں تیرا خزانہ۔۔۔“

**کن چیزوں میں زکاۃ فرض ہے؟**

اسلام میں جن چیزوں پر زکاۃ فرض ہے وہ اور ان کے متعلقہ کچھ مسائل کچھ اس طرح ہیں:

**1۔ سونا/ چاندی اور نقدی پیسے**

سونا / چاندی میں زکاۃ فرض ہے بشرطیکہ ان کی مقدار مقررہ نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہو اور اس کی ملکیت پر ایک سال گذر چکا ہو۔ سونے کا نصاب 87 گرام جبکہ چاندی کا نصاب 595 گرام ہے۔ اس طرح اگر سونا 87 گرام سے اور چاندی 595 گرام سے کم ہو تو زکاۃ فرض نہیں ہو گی اور اگر یہ دونوں اپنے مقررہ وزن کے برابر یا اس سے زیادہ ہوں لیکن ان پر سال نہ گذرا ہو تو تب بھی زکاۃ فرض نہیں ہو گی۔ دونوں شرطیں اگر موجود ہوں تو سونے چاندی کی زکاۃ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے ان کا وزن دیکھ لیں، پھر مارکیٹ کے موجودہ ریٹ کے مطابق اس وزن کی قیمت کی تحدید کر لیں ،اس کے بعد اس کا اڑھائی فیصد یا چالیسواں حصہ زکاۃ کی نیت سے ادا کر دیں۔

مسئلہ (1): سونا/ چاندی چاہے ڈھلے کی شکل میں ہو یا زیورات کی شکل میں، دونوں صورتوں میں زکاۃ فرض ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت اپنی بیٹی کو لئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی جس کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن تھے، آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا تم ان کی زکاۃ دیتی ہو؟“ اس نے کہا نہیں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ»

”کیا تمھیں یہ بات پسند ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمھیں ان دونوں کے بدلے آگ کے کنگن پہنائے؟“ تو اس نے انھیں زمین پر پھینک دیا اور کہا: یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کیلئے ہیں۔

مسئلہ (2): کاغذی کرنسی چاہے ریال ہو یا دینار، روپیہ ہو یا ڈالر... وہ بھی سونے چاندی کے حکم آتی ہے۔ لہٰذا جس شخص کے پاس چاندی کے نصاب کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ کرنسی موجود ہو اور اس پر سال گذر چکا ہو تو اس میں زکاۃ فرض ہو گی۔

مسئلہ (3): قرض کی زکاۃ کی دو صورتیں ذہیں: پہلی یہ کہ مقروض قرضہ تسلیم کرتا ہو اور اسے جلد یا بدیر واپس کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہو، یا مقروض تو قرضے سے انکاری ہو لیکن عدالت میں کیس کر کے اس سے قرضہ واپس لینے کا یقین ہو تو اس صورت میں قرض کی رقم کی زکاۃ قرض خواہ کو ادا کرنی ہو گی۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ سال کے اختتام پر جب موجودہ مال کا حساب کیا جا رہا ہو اس کے ساتھ قرض کی رقم کو بھی ملا لیا جائے اور ٹوٹل مبلغ کا اڑھائی فیصد بطور زکاۃ ادا کر دیا جائے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ مقروض قرضے سے انکاری ہو اور عدالت کے ذریعے اسے واپس لینے کا امکان بھی نہ ہو، یا وہ قرضے کو تسلیم تو کرتا ہو لیکن ہر آئے دن واپسی کا وعدہ کر کے وعدہ خلافی کرتا ہو، یا اس کے حالات ہی ایسے ہوں کہ وہ قرضہ واپس کرنے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو تو ایسی

صورت میں قرض کی رقم پر زکاۃ فرض نہیں ہوگی، ہاں جب مقروض قرضہ واپس کر دے تو گذشتہ ایک سال کی زکاۃ ادا کر دی جائے۔

مسئلہ (4): ایک شخص کے پاس زکاۃ کا نصاب تو موجود ہو، چاہے سونا / چاندی کی شکل میں یا نقدی کرنسی کی شکل میں یا کسی اور شکل میں، لیکن وہ خود دوسروں کا مقروض ہو اور اگر زکاۃ ادا کرے تو مزید بوجھ تلے دب جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں اس پر زکاۃ فرض نہیں ہوگی، ہاں اگر قرض کی ادائیگی کے بعد بھی اس کے پاس زکاۃ کے نصاب کے برابر مال موجود ہو اور اس پر سال گذر چکا ہو تو اس کا اڑھائی فیصد زکاۃ کی نیت سے ادا کرنا ضروری ہوگا۔

مسئلہ (5): کمپنی کے حصص (شیئرز) اگر تجارتی مقصد سے خریدے گئے ہوں اور ان پر سال گذر چکا ہو تو ان کی زکاۃ ادا کرنا لازمی ہوگا۔ اگر خود کمپنی تمام پارٹنرز کے حصص کی زکاۃ ادا کر دیتی ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ ہر پارٹنر اپنے اپنے حصص کی زکاۃ ادا کرنے کا پابند ہوگا۔

مسئلہ (6): زکاۃ خالص سونے / چاندی پر فرض ہوتی ہے، لہٰذا ملاوٹ کو وزن میں شمار نہیں کیا جائے گا، اس طرح اگر ملاوٹ کا وزن نکال کر خالص سونے / چاندی کا وزن مقررہ نصاب سے کم ہو جائے تو اس پر زکاۃ فرض نہیں ہوگی۔

## 2۔ تجارتی سامان

دوسری چیز جس پر زکاۃ فرض ہوتی ہے وہ ہے "تجارتی سامان" اور اس سے مراد وہ تمام اشیاء ہیں جنھیں تجارت کی نیت سے خریدا جائے، چاہے مقامی مارکیٹ سے یا باہر سے درآمد کرکے۔ اس طرح وہ تمام چیزیں اس حکم سے نکل جاتی ہیں جنھیں کسی نے اپنے ذاتی استعمال کیلئے خریدا ہو، مثلاً گھر، گاڑی اور زمین وغیرہ تو ایسی اشیاء پر زکاۃ فرض نہیں اور اسی طرح صنعتی مشینری، آلات، سٹورز اور ان میں پڑی الماریاں، دفاتر اور ان کے لوازمات پر بھی زکاۃ فرض نہیں کیونکہ ایسی تمام اشیاء ایک جگہ برقرار رہتی ہیں اور انھیں بیچ کر تجارت کرنا مقصود نہیں ہوتا۔

**تجارتی سامان کی زکاۃ نکالنے کا طریقہ**

سال کے اختتام پر تاجر (چاہے فرد ہو یا کمپنی) کو چاہئے کہ وہ اپنے تمام تجارتی سامان کی مارکیٹ کے موجودہ ریٹ کے مطابق قیمت لگائے، پھر اس کے پاس سال بھر جو نقدی کرنسی رہی ہو اسے اس میں شامل کرلے۔ اسی طرح اس کا جو قرضہ قابل واپسی ہو اسے بھی حساب میں شامل کرلے اور اگر وہ خود مقروض ہو تو قرضے کی رقم نکال کر باقی تمام رقم کا اڑھائی فیصد یا چالیسواں حصہ بطورِ زکاۃ ادا کر دے۔

مسئلہ: صنعتی آلات اور مشینری کی اصل قیمت پر تو زکاۃ فرض نہیں، البتہ ان کی آمدنی اگر زکاۃ کے نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال بھی گذر جائے تو اس سے زکاۃ نکالنا ضروری ہوگا۔ اور یہی حکم کرائے پر دیے ہوئے مکانوں، دوکانوں اور گاڑیوں وغیرہ کا بھی ہے کہ ان کی اصل قیمت پر زکاۃ نہیں، کرائے پر ہے بشرطیکہ کرایہ نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال بھی گذر جائے تو اس کا اڑھائی فیصد ادا کرنا ہوگا۔ البتہ ان اشیاء پر ادا کیا جانے والا ٹیکس اور ان کی دیکھ بھال پر آنے والے دیگر اخراجات ان چیزوں کی آمدنی سے نکال لیے جائیں۔ اسی طرح اگر مالک کا کوئی اور ذریعہ معاش نہیں تو وہ اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے جائز اخراجات بھی آمدنی سے نکال لے، پھر جو رقم باقی ہو اس سے زکاۃ ادا کر دے۔

## 3۔ حیوانات

جن مویشیوں پر زکاۃ فرض ہے وہ یہ ہیں: اونٹ، گائے / بھینس اور / بھیڑ بکریاں۔ فرمان نبوی ﷺ ہے: «مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُونُ لَهُ إِبِلٌ أَوْ بَقَرٌ أَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا إِلَّا أُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا تَكُونُ وَأَسْمَنَهُ، تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا، كُلَّمَا جَازَتْ أُخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ»

"جس شخص کے پاس اونٹ یا گائے یا بکریاں ہوں اور اس نے ان کی زکاۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن انھیں بہت بڑا اور بہت موٹا کر کے لایا جائے گا، پھر وہ اسے اپنے ٹاپوں سے روندیں گے اور اپنے سینگوں سے ماریں گے، جب سب اس کے اوپر سے گذر جائیں گے تو پہلے کو پھر لوٹایا جائے گا اور لوگوں کا فیصلہ ہونے تک اس کے ساتھ اسی طرح ہوتا رہے گا۔"

مویشیوں میں زکاۃ کی فرضیت کیلئے چار شرطیں ہیں: ایک یہ کہ وہ اپنے مقررہ نصاب کو پہنچ جائیں۔ اونٹوں کا کم از کم نصاب پانچ، گائے / بھینس کا تیس اور بھیڑ بکریوں کا چالیس ہے۔ دوسری شرط یہ کہ ان کی ملکیت پر سال گذر جائے۔ تیسری یہ کہ سال کا اکثر حصہ یہ مویشی چرتے رہے ہوں اور مالک کو سال بھر یا سال کا بیشتر حصہ ان کی خوراک خریدنا نہ پڑی ہو۔ اور چوتھی شرط یہ کہ یہ جانور کھیتی باڑی یا بوجھ برداری کیلئے نہ ہوں۔ یہاں یہ بات مدنظر رہنی چاہئے کہ مویشیوں کو اگر تجارت کی نیت سے خریدا گیا ہو تو ان کی زکاۃ دوسرے سامانِ تجارت کی زکاۃ کی طرح نکالی جائے گی، چنانچہ ان کی قیمت کا اعتبار ہوگا نہ کہ تعداد کا۔

تنبیہ: مویشیوں کے نصاب کی دیگر تفاصیل حدیث اور فقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

## 4۔ زرعی پیداوار

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ﴾ "اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور ہم نے تمہارے لئے زمین سے جن چیزوں کو نکالا ہے، ان میں سے خرچ کرو۔"

اس آیت سے ثابت ہوا کہ زمینی پیداوار مثلاً گیہوں، جو، چاول، کھجور، انگور اور زیتون وغیرہ میں زکاۃ فرض ہے اور اس بات پر پوری امت کا اجماع ہے۔

**زرعی پیداوار کا نصابِ زکاۃ**

فرمانِ رسول ﷺ ہے:

«لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ»

" پانچ وسق سے کم میں زکاۃ نہیں۔" پانچ وسق کی مقدار موجودہ حساب کے اعتبار سے 653 کیلو گرام بنتی ہے، اس طرح زرعی پیداوار اگر اس وزن سے کم ہو تو اس میں زکاۃ فرض نہیں ہوگی۔ بعض علماء نے اس کاوزن 630 کیلو گرام لکھا ہے۔

**زرعی پیداوار کا کتنا حصہ زکاۃ میں دیا جائے؟**

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُوْنُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا: اَلْعُشْرُ،وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ: نِصْفُ الْعُشْرِ»

"جس کو بارش اور چشموں کے پانی نے سیراب کیا ہو یا وہ خود بخود زمینی پانی سے سیراب ہوا ہو اُس میں دسواں حصہ ہے ۔ اور جس کو آلات کے ذریعے یا محنت کر کے سیراب کیا گیا ہو اس میں بیسواں حصہ ہے۔" اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو پیداوار بارشی پانی یا نہری پانی یا چشموں کے پانی سے حاصل ہوئی ہو اس کا دسواں حصہ اور جسے مشینوں کے ذریعے سیراب کر کے حاصل کیا گیا ہو اس کا بیسواں حصہ بطورِ زکاۃ ادا کرنا ہوگا۔

مسئلہ (1): زرعی پیداوار پر سال گذرنا ضروری نہیں بلکہ وہ جیسے ہی حاصل ہوگی اس کی زکاۃ فوراً ادا کرنی ہوگی۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾

"اس کا حق اس کی کٹائی کے دن ادا کر دو۔"

مسئلہ (2): تازہ استعمال ہونے والے پھلوں اور سبزیوں پر زکاۃ نہیں ہے الّا یہ کہ ان کی تجارت کی جائے۔ تجارت کی صورت میں اگر ان کی قیمت نصابِ زکاۃ کو پہنچ جائے اور وہ سال بھر اس کے پاس رہے تو اس کا اڑھائی فیصد ادا کرنا ہوگا۔

**مصارفِ زکاۃ**

زکاۃ کے مسائل میں یہ بھی جان لیجئے کہ مصارفِ زکاۃ کیا ہیں یعنی کون لوگ زکاۃ لینے کے مستحق ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ﴾

" صدقات صرف فقیروں ، مسکینوں اور ان کے وصول کرنے والوں کیلئے ہیں ۔ اور ان کیلئے جن کی تالیفِ قلب مقصود ہو۔ اور گردنیں چھڑانے میں اور قرض داروں کیلئے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کیلئے ۔ یہ فرض ہے اللہ کی طرف سے۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ زکاۃ لینے کے مستحق یہی آٹھ ہیں، ان کو چھوڑ کر کسی اور مصرف پر زکاۃ خرچ نہیں کی جاسکتی۔ تاہم یہ ضروری نہیں کہ زکاۃ کی رقم ان آٹھوں پر خرچ کی جائے بلکہ ان میں سے جو زیادہ مناسب اور زیادہ ضرورتمند ہو اس پر اسے خرچ کر دیا جائے۔

(1) و (2) فقراء اور مساکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضرورتمند ہوں اور جن کے پاس اتنا مال نہ ہو کہ جس سے وہ اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے اخراجات پورے کر سکیں ۔ انہیں زکاۃ کی رقم سے اتنا پیسہ دیا جائے کہ جو زیادہ سے زیادہ ایک سال تک ان کی ضروریات کیلئے کافی ہو۔

(3) "العاملین علیہا" سے مراد زکاۃ اکٹھی کرنے والے اور اسے مستحقین میں تقسیم کرنے والے لوگ ہیں ۔ انھیں زکاۃ کی رقم سے ان کے کام کے بقدر تنخواہ یا وظیفہ دیا جاسکتا ہے خواہ وہ مالدار کیوں نہ ہوں۔

(4) "المؤلفۃ قلوبہم" سے مراد کمزور ایمان والے نو مسلم لوگ ہیں، یا وہ لوگ جن کے مسلمان ہونے کی امید ہو، یا وہ کفار جن کو مال دینے سے توقع ہو کہ وہ اپنے قبیلے یا علاقے کے لوگوں کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے سے روک سکیں گے۔

(5) " وفی الرقاب" سے مراد ہے غلاموں کو ان کے آقاؤں سے چھڑا کر آزاد کر دینا۔

(6) مقروض جو قرض واپس کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے زکاۃ کی رقم دی جاسکتی ہے بشرطیکہ اس نے قرضہ جائز مقصد کیلئے لیا ہو۔ اسی طرح وہ لوگ جن پر چٹی پڑ جائے یا ان کا کاروبار شدید خسارے کا شکار ہو جائے تو انھیں بھی زکاۃ دی جاسکتی ہے۔

(7) " فی سبیل اللہ" سے مراد جہاد اور دیگر تمام دینی مقاصد ہیں جو اللہ کی رضا کے موجب بنتے ہیں، مثلا دینی مدارس میں زیرِ تعلیم طلبہ میں زکاۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔

(8) وہ مسافر جس کا سفر جائز مقصد کیلئے ہو اور اس کا زادِ راہ دورانِ سفر ختم ہو جائے اور وہ سفری ضروریات کو پورا کرنے کیلئے پیسے کا محتاج ہو تو اسے بھی بقدرِ ضرورت زکاۃ دی جاسکتی ہے۔

تنبیہ (1): یہ مستحقین زکاۃ اگر اپنے قریبی رشتہ داروں میں مل جائیں تو انھیں زکاۃ دینے سے دوگنا اجر ملتا ہے۔

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ،وَعَلٰى ذِيْ الرَّحِمِ ثِنْتَانِ:صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ»

"مسکین کو دیا جائے تو صدقہ ہوتا ہے اور اگر رشتہ دار کو دیا جائے تو صدقہ وصلہ رحمی دونوں ہوتے ہیں۔"

تنبیہ (2): اپنے بیوی بچوں اور والدین کو زکاۃ نہیں دی جا سکتی ۔ ہاں بہن بھائی اگر ضرورتمند ہوں تو انھیں زکاۃ دینے سے دوگنا اجر ملے گا۔ اسی طرح دولتمند ، کمانے والے تندرست لوگ ، فاسق وفاجر لوگ اور آلِ رسول ﷺ کو بھی زکاۃ نہیں دی جا سکتی۔ ہاں اگر فاسق وفاجر کے راہِ راست پر آنے کی امید ہو تو توبہ کی تلقین کر کے دے سکتے ہیں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو زکاۃ ادا کرنے اور انفاق فی سبیل اللہ کی توفیق دے۔ آمین




ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (سورة البقرة: 183)

رمضان المبارک کا مہینہ وہ مقدس مہینہ ہے جس کی فضیلت و برکت کو خود خالقِ کائنات نے اپنے کلام مجید میں بیان فرمایا۔ یہ مہینہ محض دنوں، ہفتوں اور تاریخوں کا مجموعہ نہیں، بلکہ یہ روحانی تربیت، قلبی صفائی اور اعمال کی درستگی کا سنہری موقع ہے۔ یہ وہ موسمِ بہار ہے جس میں نیکیوں کی کھیتیاں سرسبز ہو جاتی ہیں، ایمان کی کلیاں کھل اٹھتی ہیں، رحمت کی ہوائیں چلتی ہیں، مغفرت کی بارش برستی ہے اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: «تُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ النَّارِ، وَتُغَلُّ فِيهِ الشَّيَاطِينُ، وَيُنَادِي مُنَادٍ كُلَّ لَيْلَةٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ هَلُمَّ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ»

اس (مہینے) میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اور شیاطین کو بیڑیاں پہنادی جاتی ہیں، اور ہر رات منادی آواز لگاتا ہے: اے خیر (بھلائی) کے طلب گار! خیر کے کام میں لگ جا، اور اے شر (برائی) کے طلب گار! برائی سے باز آجا۔" (سنن نسائی: 2109)

یہ وہ خاص مہمان ہے جو ہمارے دلوں میں تقویٰ کی شمع روشن کرنے آتا ہے، ہماری عملی زندگی میں انقلاب پیدا کرتا ہے اور ہمیں دنیا کی فانی لذتوں سے نکال کر دائمی سعادتوں کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

رمضان ایک غیر معمولی مہینہ ہے جو نہ صرف ہماری عبادات میں جوش و خروش پیدا کرتا ہے بلکہ ہمارے کردار و عادات کی اصلاح کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔ اس مہینے میں ہمارا تعلق قرآن سے مضبوط ہوتا ہے، ہماری راتیں قیام و دعا میں بسر ہوتی ہیں، دن ضبطِ نفس اور صبر و استقامت کی تربیت فراہم کرتا ہے اور یہ مہینہ ہمیں اخلاص و للّٰہیت کا درس دیتا ہے۔ روزہ ہمیں صرف بھوک اور پیاس سہنے کی مشق نہیں کراتا، بلکہ یہ ہمیں ان تقاضوں کی یاد دلاتا ہے جو اللہ کے ایک مخلص بندے کو ہمیشہ پیش نظر رکھنے چاہئیں۔ یہ ہمیں سکھاتا ہے کہ کس طرح انسان اپنے جذبات، خواہشات اور جبلّی تقاضوں پر قابو پا کر ایک بہتر اور صالح شخصیت میں ڈھل سکتا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا رمضان صرف بھوکا رہنے اور افطار کے دستر خوان پر مختلف نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کا نام ہے؟ کیا اس مقدس مہینے کی برکتیں صرف سحری اور افطاری تک محدود ہیں؟ یا پھر یہ وہ موقع ہے جس میں ہمیں اپنے شب و روز کا ایک واضح لائحہ عمل طے کرنا چاہیے، تاکہ ہم اس کے حقیقی مقاصد سے کماحقہ فائدہ اٹھا سکیں؟ یہ مہینہ محض رسمی عبادات اور روایتی معمولات کے لیے نہیں آیا، بلکہ یہ ہمیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے، اپنی زندگی میں بہتری لانے اور اپنے رب کے قریب ہونے کا عملی موقع فراہم کرتا ہے۔

پس ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سوچیں اور غور کریں کہ رمضان میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ وہ کون سے کام ہیں جو ہمیں اس مہینے میں خصوصی طور پر انجام دینے چاہئیں تاکہ ہم اللہ کی رضا حاصل کر سکیں، اپنی آخرت سنوار سکیں اور اس مہینے کی حقیقی برکتوں سے مستفید ہو سکیں؟ یہی وہ بنیادی سوال ہے جس پر ہم آج کے خطبہ جمعہ میں گفتگو کریں گے اور دیکھیں گے کہ رمضان میں کرنے والے ہمارے کام کون کون سے ہونے چاہئیں۔

**1۔روزہ رکھنا:**

رمضان المبارک میں سب سے اہم عمل روزہ رکھنا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے روزے ہر مکلف مسلمان پر فرض کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (سورة البقرة: 183)

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دئے گئے ہیں، ویسے ہی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقوی کی راہ اختیار کرو۔"

اور فرمایا: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾

"پس جو شخص بھی اس مہینہ کو پائے وہ اس کے روزے رکھے۔" (سورۃ البقرۃ: 185)

روزہ ارکانِ اسلام میں سے ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَإِقَامِ

الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ» ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔“ (صحیح مسلم:113)

روزے کی فضیلت بہت زیادہ ہے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «الصِّيَامُ جُنَّةٌ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ وَإِنْ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ مَرَّتَيْنِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي الصِّيَامُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا»

”روزہ دوزخ سے بچنے کے لیے ایک ڈھال ہے اس لیے (روزہ دار) نہ فحش باتیں کرے اور نہ جہالت کی باتیں اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اسے گالی دے تو اس کا جواب صرف یہ ہونا چاہئے کہ میں روزہ دار ہوں، (یہ الفاظ) دو مرتبہ (کہہ دے) اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ اور پاکیزہ ہے، (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) بندہ اپنا کھانا پینا اور اپنی شہوت میرے لیے چھوڑ دیتا ہے، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور (دوسری) نیکیوں کا ثواب بھی اصل نیکی کے دس گنا ہوتا ہے۔“ (صحیح بخاری: 1894)

سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ أَيْنَ الصَّائِمُونَ فَيَقُومُونَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ»

”جنت کا ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں قیامت کے دن اس دروازہ سے صرف روزہ دار ہی جنت میں داخل ہوں گے، ان کے سوا اور کوئی اس میں سے نہیں داخل ہو گا، پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہے؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے ان کے سوا اس سے اور کوئی نہیں اندر جانے پائے گا اور جب یہ لوگ اندر چلے جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر اس سے کوئی اندر نہ جا سکے گا۔“ (صحیح بخاری: 1896)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ الصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَأَكْلَهُ وَشُرْبَهُ مِنْ أَجْلِي وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ حِينَ يُفْطِرُ وَفَرْحَةٌ حِينَ يَلْقَى رَبَّهُ وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ»

”اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ روزہ خالص میرے لیے ہوتا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دیتا ہوں۔ بندہ اپنی شہوت، کھانا پینا میری رضا کے لیے چھوڑتا ہے اور روزہ گناہوں سے بچنے کی ڈھال ہے اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی اس وقت جب وہ افطار کرتا ہے اور ایک خوشی اس وقت جب وہ اپنے رب سے ملتا ہے اور روزہ دار کے منہ کی بو، اللہ کے نزدیک مشک عنبر کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔“ (صحیح بخاری: 7492)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، بَعَّدَ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا» ”جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد کرتے ہوئے) ایک دن بھی روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے ستر سال کی مسافت کی دوری تک دور کر دے گا۔“ (صحیح بخاری: 2840)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

”جو شخص رمضان میں ایمان اور ثواب کا کام سمجھ کر روزہ رکھے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔“ (صحیح بخاری: 38)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتْ الشَّيَاطِينُ»

”جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے۔“ (صحیح بخاری: 1899)

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قبیلہ بَلِیّ کے دو آدمی ﷺ کے پاس (ہجرت کر کے مدینہ) آ گئے۔ وہ دونوں اکٹھے مسلمان ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک دوسرے کی نسبت (نیکی کے کاموں میں) زیادہ محنت کرنے والا تھا، چنانچہ اس محنت کرنے والے نے جہاد کیا اور شہید ہو گیا۔ دوسرا آدمی اس کے بعد ایک سال تک زندہ رہا، پھر وہ فوت ہو گیا۔ حضرت طلحہ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوں۔ اچانک دیکھا کہ وہ دونوں بھی وہاں موجود ہیں۔ جنت سے ایک آدمی باہر آیا اور اس نے بعد میں فوت ہونے والے کو (جنت میں جانے کی) اجازت دے دی۔ (کچھ دیر بعد) وہ پھر نکلا اور شہید ہونے والے کو اجازت دے دی۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر کہا: واپس چلے جاؤ، ابھی آپ کا

وقت نہیں آیا۔ صبح ہوئی تو طلحہ نے لوگوں کو خواب سنایا۔ انہیں اس پر تعجب ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی معلوم ہوا، اور لوگوں نے نبی ﷺ کو (تفصیل سے خواب کی) بات سنائی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کس بات پر تعجب ہے؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! دونوں میں یہ شخص زیادہ محنت والا تھا، پھر اسے شہادت بھی نصیب ہوئی لیکن جنت میں دوسرا اس سے پہلے چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ (دوسرا) اس (پہلے) کے بعد ایک سال تک زندہ نہیں رہا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس میں روزے رکھے اور سال میں اتنی اتنی رکعت نماز پڑھی؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «فَمَا بَيْنَهُمَا أَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ» "ان دونوں (کے درجات) میں تو آسمان وزمین کے درمیانی فاصلے سے بھی زیادہ فرق ہے۔" (سنن ابن ماجہ: 3925)

**2۔ وقت پر نماز ادا کرنا:**

دوسرا عمل نماز ہے، یہ بہت ضروری عمل ہے کیونکہ نماز اسلام کا ایک بڑا اور اہم رکن ہے۔ جو شخص روزہ رکھتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا، اس کا روزہ اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جگہ جگہ نماز کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿الم 0 ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ 0 الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ 0 وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ 0 أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

"الم یہ کتاب ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں، اس میں متقین کیلئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے انھیں جو دیا اس سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔ نیز وہ آپ کی طرف نازل شدہ (وحی) پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری گئی اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ اپنے رب کی طرف سے (نازل شدہ) ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" (سورۃ البقرہ: 1-5)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾

"اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔" (سورۃ البقرہ: 43)

تیسری جگہ ارشاد ہوا:

﴿اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ۖ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ ۗ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ﴾ "اس کی تلاوت کر جو کتاب میں سے تیری طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کر، بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور یقیناً اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔" (سورۃ العنکبوت: 45)

بے نماز کا ٹھکانہ جہنم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ 0 فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ 0 عَنِ الْمُجْرِمِينَ 0 مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ 0 قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ 0 وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ﴾

"مگر داہنے والے۔ باغوں میں ہوں گے، پوچھیں گے۔ گنہگاروں سے۔ کس چیز نے تمہیں دوزخ میں ڈالا۔ وہ کہیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے۔ اور نہ ہم مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔" (سورۃ المدثر: 39-44)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ

"آدمی اور شرک وکفر کے درمیان (فاصلہ مٹانے والا عمل) نماز چھوڑنا ہے۔" (صحیح مسلم: 247)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا: أَيُّ العَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ؟ اللہ عزوجل کے ہاں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا "بروقت نماز ادا کرنا۔" پھر پوچھا: اس کے بعد کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بِرُّ الوَالِدَيْنِ "والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔" پھر پوچھا: اس کے بعد کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ "اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔" (صحیح بخاری: 5970)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کیا اور فرمایا:

«مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا وَبُرْهَانًا وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُورٌ وَلَا بُرْهَانٌ وَلَا نَجَاةٌ، وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُونَ، وَفِرْعَوْنَ، وَهَامَانَ، وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ»

"جس نے نماز کی اچھی طرح حفاظت کی تو یہ اس کے لیے قیامت کے روز نور، دلیل اور نجات ہو گی اور جس نے اس کی پوری طرح حفاظت نہ کی تو یہ اس کے لیے قیامت کے دن نہ نور ہو گا، نہ دلیل اور نہ نجات اور ایسا آدمی قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔" (مسند احمد: 6576)

**3۔ رات کا قیام کرنا:**

تیسرا عمل قیام اللیل ہے۔ یعنی راتوں کو اللہ کی عبادت اور اس کی بارگاہ میں عجز ونیاز کا اظہار کرنا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عباد الرحمان (رحمان کے خاص بندوں) کی جو صفات بیان فرمائی ہیں، ان میں ایک یہ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا﴾

"ان کی راتیں اپنے رب کے سامنے قیام و سجود میں گزرتی ہیں۔" (الفرقان:64)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» "جس نے رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا، ایمان کی حالت میں، ثواب کی نیت (اخلاص) سے، تو اسکے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔" (صحیح بخاری: 2009)

قیام اللیل (رات کا قیام) کے اور بھی بہت سارے فضائل و فوائد ہیں، سیدنا عبد اللہ بن سلام کہتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ جلدی جلدی آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور (عام لوگ) کہنے لگے: اللہ کے رسول ﷺ تشریف لے آئے۔ اللہ کے رسول ﷺ تشریف لے آئے۔ اللہ کے رسول ﷺ تشریف لے آئے۔ تین بار (کہا) میں بھی لوگوں کے ساتھ زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ جب میں نے نبی ﷺ کے چہرہ اقدس پر توجہ سے نظر ڈالی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹ بولنے والے کا چہرہ نہیں۔ نبی ﷺ کا جو ارشاد میں نے سب سے پہلے سنا، وہ یہ تھا؛

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ، وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ»

" اے لوگو! سلام عام کرو، کھانا کھلایا کرو، صلہ رحمی کرو، اور جب لوگ سو رہے ہوں تو تم رات کو نماز (تہجد) پڑھو، تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔" (سنن ابن ماجہ: 3251)

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«قَامَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقِيلَ لَهُ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا»

"رسول اللہ ﷺ نماز میں رات بھر کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ کے دونوں پاؤں سوج گئے۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کر دی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔؟" (صحیح بخاری: 4836)

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى، وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ، فَإِنْ أَبَتْ,نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ، رَحِمَ اللَّهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ، وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا، فَإِنْ أَبَى، نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ»

"رحم فرمائے اللہ تعالیٰ اس بندے پر جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا اور اپنی بیوی کو جگاتا ہے۔ اگر وہ انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتا ہے اور رحم فرمائے اللہ تعالیٰ اس بندی پر جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتی اور اپنے شوہر کو جگاتی ہے۔ اگر وہ انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتی ہے۔" (سنن ابوداود: 1308)

**4۔ کثرت سے تلاوت کرنا:**

قرآن کریم کا نزول رمضان المبارک میں ہوا، اس لیے قرآن کریم کا نہایت گہرا تعلق رمضان المبارک سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ماہ مبارک میں نبی اکرم ﷺ حضرت جبرئیل کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: 1902)

اور صحابہ و تابعین رحمہم اللہ بھی اس ماہ میں کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کرتے تھے۔ تلاوتِ قرآن کے بہت سارے فوائد ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾

"وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی ہے، اسے پڑھتے ہیں جیسے اسے پڑھنے کا حق ہے، یہ لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کوئی اس کے ساتھ کفر کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔" (سورۃ البقرہ: 121)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ الم حَرْفٌ وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ»

"جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اسے اس کے بدلے ایک نیکی ملے گی، اور ایک نیکی دس گنا بڑھا دی جائے گی، میں نہیں کہتا " الم " ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔" (جامع ترمذی: 2910)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ عَلَّمَهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَتْلُوهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، فَسَمِعَهُ جَارٌ لَهُ، فَقَالَ: لَيْتَنِي أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَهُوَ يُهْلِكُهُ فِي الْحَقِّ، فَقَالَ رَجُلٌ: لَيْتَنِي أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ»

"رشک تو بس دو ہی آدمیوں پر ہونا چاہئے ایک اس پر جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا اور وہ رات دن اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے کہ اس کا پڑوسی سن کر کہہ اٹھے کہ کاش مجھے بھی اس جیسا علم قرآن ہوتا اور میں

بھی اس کی طرح عمل کرتا اور وہ دوسرا جسے اللہ نے مال دیا اور وہ اسے حق کے لئے لٹا رہا ہے (اس کو دیکھ کر) دوسرا شخص کہہ اٹھتا ہے کہ کاش میرے پاس بھی اس کے جتنا مال ہوتا اور میں بھی اس کی طرح خرچ کرتا۔" (صحیح بخاری: 5026)

**5۔ صدقہ وخیرات کرنا:**

چوتھا عمل صدقہ وخیرات کرنا ہے۔ سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں: «كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اجود الناس وَكَانَ أجود مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُولُ اللهِ -ﷺ- اجود بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ»

"رسول اللہ ﷺ بھلائی کے کاموں میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور آپ کی سب سے زیادہ سخاوت رمضان کے مہینے میں ہوتی تھی۔ اس مہینے میں (قرآن کا دور کرنے کے لیے) آپ ﷺ سے جب جبرئیل ملتے، تو آپ کی سخاوت اتنی زیادہ اور اس طرح عام ہوتی جیسے تیز ہوا ہوتی ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔" (صحیح مسلم: 2208)

اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی بہت زیادہ فضیلت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ "ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔" (سورۃ البقرہ: 261)

دوسری جگہ فرمایا:

﴿مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۚ وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾

"کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، پس وہ اسے اس کے لیے بہت زیادہ گنا بڑھا دے اور اللہ بند کرتا اور کھولتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔" (سورۃ البقرہ: 245)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللهُ إِلَّا الطَّيِّبَ وَإِنّ اللهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ ثُمّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهِ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ»

"جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لیے اس میں اضافہ کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے یہاں تک کہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔" (صحیح بخاری: 1410)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلهِ إِلّا رَفَعَهُ اللهُ»

"صدقے نے مال میں کبھی کوئی کمی نہیں کی اور معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کو عزت ہی میں بڑھاتا ہے اور کوئی شخص (صرف اور صرف) اللہ کی خاطر تواضع (انکسار) اختیار نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ اس کا مقام بلند کر دیتا ہے۔" (صحیح مسلم: 6592)

**6۔ کثرت سے دعا کرنا:**

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے احکام ومسائل کے درمیان دعا کی ترغیب بیان فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾

"جب میرے بندے آپ سے میری بابت پوچھیں، تو میں قریب ہوں، پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھ کو پکارے، لوگوں کو چاہیے کہ وہ بھی میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔" (البقرہ: 186)

اس سے علماء اور مفسرین نے استدلال کیا ہے کہ اس انداز بیان سے اللہ تعالیٰ کی یہ منشا معلوم ہوتی ہے کہ رمضان المبارک میں دعاؤں کا بھی خصوصی اہتمام کیا جائے، کیونکہ روزہ ایک تو اخلاص عمل بہترین نمونہ ہے، دوسرے، روزے کی حالت میں انسان نیکیاں بھی زیادہ سے زیادہ کرتا ہے، راتوں کو اٹھ کر اللہ کی عبادت کرتا اور توبہ واستغفار بھی کرتا ہے اور یہ سارے عمل انسان کو اللہ کے قریب کرنے والے ہیں۔ اس لیے اس مہینے میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی خوب کی جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دعا کرنے والوں سے وعدہ ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾

"اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔" (سورۃ المؤمن: 60)

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنّ رَبّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ أَنْ يَرُدّهُمَا صِفْرًا » "بلاشبہ تمہارارب بہت حیاوالا اور سخی ہے۔ بندہ جب اس کی طرف اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اسے حیا آتی ہے کہ انہیں خالی لوٹا دے۔" (سنن ابوداؤد:1488)

سیدناابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:«مَنْ لَمْ يَسْأَلْهُ يَغْضَبْ عَلَيْهِ» "جو اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس پر غصے ہوتا ہے۔" (الادب المفرد:658)

**7۔ عمرہ کرنا:**

سیدناابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: العُمْرَةُ إِلَى العُمْرَةِ كَفّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالحج المبرور ليس لَهُ جَزَاء إِلّا الجَنّة "ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ دونوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔" (صحیح بخاری : 1773)

رمضان میں اس کی فضیلت اور بھی زیادہ ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری خاتون سے پوچھا کہ تو ہمارے ساتھ حج کیوں نہیں کرتی؟ وہ کہنے لگی کہ ہمارے پاس دو اونٹ تھے ایک پر ابو فلاں (یعنی اس کا خاوند) اور اس کا بیٹا سوار ہو کر حج کے لئے چل دیئے اور ایک اونٹ انہوں نے چھوڑا ہے، جس سے پانی لایا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:«فَإِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَاعْتَمِرِي فَإِنّ عُمْرَةً فِيهِ تَعْدِلُ حَجّةً » "اچھا جب رمضان آئے تو عمرہ کر لینا رمضان کا عمرہ ایک حج کے برابر ہوتا ہے۔" (صحیح مسلم:3038)

**8۔ روزے افطار کروانا:**

پانچواں عمل روزے کھلوانا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « مَنْ فَطّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنّهُ لا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصّائِمِ شَيْئًا» "جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا، تو اس کو بھی روزے دار کی مثل اجر ملے گا، بغیر اس کے کہ اللہ روزے دار کے اجر میں کوئی کمی کرے۔" (جامع ترمذی : 807)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

«مَنْ فَطّرَ صَائِمًا أَوْ جَهّزَ غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ» "جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا یا کسی مجاہد کو تیار کیا (سامان حرب دے کر) تو اس کے لیے بھی اس کی مثل اجر ہے۔" (صحیح الترغیب: 2901)

**9۔ اعتکاف کرنا:**

رمضان کی ایک خصوصی عبادت اعتکاف ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بھی خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ رمضان کے آخری دس دن، رات دن مسجد کے ایک گوشے میں گزارتے اور دنیوی معمولات اور تعلقات ختم فرمادیتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پابندی سے اعتکاف فرماتے تھے، جس سال آپ کی وفات ہوئی، اس سال آپ نے رمضان میں دس دن کی بجائے 20 دن اعتکاف فرمایا۔ (صحیح بخاری : 2044)

☆☆☆

## استقبالِ رمضان

مسلمانو! اٹھو اب ماہ رمضاں آنے والا ہے
کرو تیاریاں روزوں کی شعباں جانے والا ہے
کرو رمضاں کا استقبال تم بے حد مسرت سے
کرو روزوں کا استقبال تم سچی محبت سے
عبادت کا مہینہ ہے کریں اس میں عبادت ہم
سخاوت کا مہینہ ہے کریں اس میں سخاوت ہم
کرو تم ذہن ودل کو پاک پاکیزہ مہینہ ہے
منور کر لو ظاہر اور باطن گر قرینہ ہے
ہر ایک لمحہ غنیمت ہے خزانہ جمع کر لیجیے
مہینہ صبر کا ہے غصہ قلعہ قمع کر لیجیے
مسلمانو! کرو رمضان کی روحانی تیاری
بہ الفاظ دگر جسمانی ونورانی تیاری
مہینہ ہے یہ قرآں کا تلاوت کیجیے قرآں کی
مہینہ ہے یہ تقوے کا یہ ہے پہچان رمضاں کی
ہے شہرِ احتساب اس میں کریں ہم احتساب اپنا
نجاتِ اخروی کے واسطے کر لیں حساب اپنا
اسی میں ہم زکوٰۃ وصدقہ وعطیات دیتے ہیں
جو دیتے ہیں کسی کو واسطے حسنات دیتے ہیں
سحر، افطار کرتے ہیں مساکین اور فقراء بھی
ہے منظر روح پرور کیا کبھی لوگوں نے سوچا بھی
بہت خوش ہو کے بچے بھی ہمارے روزے رکھتے ہیں
ہر اک سے آگے بڑھنے کی مسلسل سعی کرتے ہیں
قیام اللیل سے جب مسجدیں بقعہ سی لگتی ہیں
بہ وقتِ فطر واللہ نور کا حالہ سی لگتی ہیں
خدا شاہد ہے بڑھ جاتی ہیں اس میں رونقیں بے حد
کہ ہو جاتی ہیں ہر مؤمن کے دل میں عظمتیں بے حد
سبھی بچتے ہیں کھانے پینے سے اور خواہشوں سے بھی
برائی کے ہر اک پہلو سے بدتر عادتوں سے بھی
بہ کثرت توبہ استغفار کرتے ہیں گناہوں سے
دلوں میں نور رہتا ہے دعاؤں اور آہوں سے
یقیناً ہے مہینہ برکت وغفران کا لوگو
شیاطین لعیں کے واسطے زندان کا لوگو
ہے رکھتا آخری عشرہ بھی اس کا اجر بے پایاں
شب قدر اس میں ہے جس پر ہزاروں ماہ ہیں قرباں
دعاؤں کا مہینہ ہے کرو اس میں دعائیں تم
برائے مغفرت کرتے رہو ہر وقت آہیں تم
برائے امت مرحوم بھی اس میں دعا کیجیے
بڑی پابندی سے یہ کام بھی صبح ومساء کیجیے
خوشی میں ماہِ رمضاں کی ہے مثال بندۂ ثاقب
کرم ہے تیرا بے پایاں میری تقدیر کے کاتب!

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب ڈڈلی

☆☆☆




عوام الناس میں یہ جملہ بہت ہی مشہور ہو گیا ہے کہ "جوانی دیوانی ہوتی ہے" ہر کس و ناکس نوجوانوں کی غلطیوں پر یہی جملہ کہتا نظر آتا ہے، اسی لئے ہماری نوجوان نسل غلطیوں کا ارتکاب کرتی نظر آتی ہے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ "جوانی دیوانی" ہوتی ہے، کسی کافر و مشرک کے لئے یہ جملہ درست ہو سکتا ہے لیکن کسی بھی مسلمان کے لئے یہ جملہ انتہائی غلط اور باطل ہے۔ دین اسلام نے جوانی کو خوبصورت اور اہمیت کی حامل بنایا ہے۔ کسی بھی مسلمان نوجوان کو بے راہ روی اختیار کرنے کا موقع اسلام نے فراہم نہیں کیا ہے۔ بلکہ جوانی کی اہمیت بتائی گئی ہے۔ چونکہ نوجوان کسی بھی سماج و معاشرہ، ملک و وطن خاندان و قبیلہ و نسل اور والدین واعزاء اقرباء کے لئے ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں۔ اگر وہ سدھر کر رہیں تو سب کچھ ٹھیک ٹھاک رہے گا اگر وہ بگڑ جائیں گے تو سب کچھ بگڑ جائے گا، نوجوانوں کی اہمیت کو علامہ اقبال ؒ نے یوں بیان کیا ہے کہ

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں میں خودی صورت فولاد

اور ایک شاعر نے کہا تھا:

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پر جو ڈالتے ہیں کمند

**رسول اللہ ﷺ کا عہد شباب**

مناسب ہے کہ نوجوانوں کو پہلے رسول اللہ ﷺ کی جوانی و عہد شباب کے وہ واقعات بتائے جائیں جو ان کے لئے مشعل راہ ثابت ہو سکتے ہیں، نوجوانو! تم بھی ایک نوجوان ہو اور ہمارے نبی ﷺ بھی ایک نوجوان رہے، اپنی زندگیوں کو نبی ﷺ کے طرز پر گزارو تو دنیا میں بھی عزت ملے گی اور آخرت میں بھی فلاح ملے گی۔ رسول اللہ ﷺ کا عہد شباب ہمارے لئے مثالی نمونہ ہے، بعض واقعات کا تذکرہ مناسب ہو گا۔ اصحاب سیر نے آپ کے اوصاف حمیدہ کو یوں بیان فرمایا:

" فكان لا يشرب الخمر، ولا يأكل مما ذبح على النصب، ولا يحضر للأوثان عيدا ولا احتفالا، بل كان من أول نشأته نافرامن هذه المعبودات الباطلة، حتى لم يكن شئ أبغض إليه منها، وحتى كان لا يصبر على سماع الحلف باللات والعزى ."

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی زندگی میں کبھی بھی شراب کو منہ نہ لگایا، آستانوں کا ذبیحہ نہ کھایا، اور بتوں کے لئے منائے جانے والے تہوار اور میلوں ٹھیلوں میں کبھی شرکت نہ کی آپ کو شروع (بچپن) سے ان باطل معبودوں سے اتنی نفرت تھی کہ ان سے بڑھ کر آپ کی نظروں میں کوئی چیز مبغوض نہ تھی، حتی کہ لات و عزیٰ کی قسم سننا بھی آپ کو گوارہ نہ تھا۔ (ابن ہشام، الرحیق المختوم: ص114)

لیکن آج کا مسلم نوجوان جو منشیات، شراب، چرس، گانجہ، گھٹکے، زردے کا عادی ہو چکا ہے، غیر اللہ اور غیر اقوام کی عیدوں اور تہواروں کا دلدادہ بن چکا ہے، اس کے نزدیک حلال و حرام کی کوئی تمیز نہ رہی۔ نوجوانوں کو چاہئے کہ بری عادتوں سے باز آکر اس بات کا ثبوت دیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے حقیقی امتی ہیں۔

عہد شباب میں رسول اللہ ﷺ شہر مکہ کے عظیم خدمت گزاروں میں شمار کئے جاتے تھے، ہمیشہ اہل مکہ کے غرباء و فقراء، مساکین، ضرورت مندوں، حاجت مندوں، مسافروں کی فکر کیا کرتے تھے اور لوگ آپ ﷺ کے پاس اپنے مسائل لے کر حاضر ہوتے اور آپ ان کے ہمہ قسم کے مسائل حل فرماتے، جس کی صداقت ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کی اس شہادت سے ہوتا ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کو دلاسہ دیتے ہوئے فرماتی ہیں کہ

انكَ لَتَصِلُ الرَّحْمَ وَتَصْدُقُ الحَدِيث وَتَحْمِلُ الكَلّ وَتَقْرِى الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ

"آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، آپ در مندوں کا بوجھ اٹھاتے تھے، مہمان کی میزبانی کرتے تھے، اور مصائب حق میں اعانت فرماتے تھے۔"

ایک اور روایت میں ہے:

" وَتَكْسِبُ المَعْدُوم ."

"کنگالوں کے لئے کماتے ہیں۔" (مسند احمد 10488؛ مسلم: 403؛ الرحیق المختوم: ص97)

**رسول اللہ ﷺ کا جذبہ خدمت خلق**

عنفوان شباب میں رسول اللہ ﷺ کے جذبہ خدمت خلق کا اظہار اس جدوجہد سے ہوتا ہے کہ اہل مکہ نے ایک انجمن بنائی جس کا نام "حلف الفضول" تھا، جو ماہ ذی القعدہ میں زبیر بن عبد المطلب کی جدو جہد اور تحریک پر قائم کی گئی، مکہ کے عظیم قبائل سے تعلق رکھنے والے سرداران عبد اللہ بن جدعان تیمی کے گھر پر جمع ہوئے جو کہ امن و شرف میں ممتاز تھے اور آپس میں عہد و پیمان کئے، اس معاہدے کی بڑی دفعات مندرجہ ذیل ہیں:

(1) ہم ملک سے بدامنی کا قلع قمع کریں گے۔
(2) ہم مسافروں کی حفاظت کریں گے۔
(3) ہم غریبوں کی امداد کریں گے۔

(4) ہم طاقتوروں کو کمزوروں کا استحصال کرنے سے روکیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے "حلف الفضول" میں شمولیت فرمائی اس وقت آپ کی عمر 20 سال کی تھی۔ اس معاہدہ کی اہمیت کے متعلق خود آپ ﷺ نے فرمایا:

« ما أحب أن لی به حمر النعم »

"اس معاہدہ کے مقابلے میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں نہ بدلتا۔" اس انجمن کے قیام کا سبب قبیلہ زبیدہ سے تعلق رکھنے والے ایک مظلوم شخص کا حادثہ ہے، جو جبل ابی قبیس پر چڑھ کر فریاد رسی کر رہا تھا، جس کی فریاد رسی سننے والا کوئی نہ تھا، اس کی مظلومیت کو دیکھ کر زبیر بن عبد المطلب نے تحریک چلائی۔ (نقوش سیرت: ص: 25؛ مؤلف: اسلم شاد عمری، الرحیق المختوم: 68)

### رسول اللہ ﷺ کا مثالی عہد شباب

انسانوں کو متاثر کرنے والی چیز اخلاق و عادات، وصداقت ہوتی ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ صادق امین کے نام سے ملقب کئے گئے، اہل مکہ اسی نام ولقب سے آپ کو پکارا کرتے اور اپنی امانتیں لا کر آپ کے پاس محفوظ کیا کرتے، اپنے مقدمات میں آپ کو فیصل بنایا کرتے تھے، ایک وقت کی بات ہے کہ کہ قریش نے کسی سبب سے خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر کا عزم کیا تو اعلان کیا کہ تعمیر کعبہ میں صرف حلال رقم ہی استعمال کی جائے، تعمیر کا آغاز ہوا ہر قبیلے نے اپنی اپنی ذمہ داری بخوشی نبھائی کعبۃ اللہ کی تعمیر اختتام کو پہنچی اور حجر اسود کی تنصیب کی باری آئی تو ہر قبیلہ یہی چاہتا تھا کہ یہ شرف اسے حاصل ہو یہ جھگڑا چار پانچ دن تک چلتا رہا، یہاں تک کہ خون خرابے کی نوبت آئی لیکن ابو امیہ مخزومی نامی ایک شخص نے اس اختلاف وجھگڑے کے حل کی یہ تدبیر نکالی کہ "مسجد حرام کے دروازے پر جو شخص پہلے داخل ہو گا اسے اپنے جھگڑے کا حکم مان لیا جائے" لوگوں نے یہ تجویز منظور کر لی، اللہ کی مشیت کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے تشریف لائے لوگوں نے آپ کو دیکھا تو چیخ اٹھے کہ

"هَذَا الْاَمِيْنُ رَضَيْنَاهُ ، هَذَا مُحَمَّدٌ ."

"یہ امین ہیں، ہم ان سے راضی ہیں یہ محمد ہیں۔" پھر جب آپ ان کے قریب پہنچے لوگوں نے سارا واقعہ سنایا تو آپ نے ایک چادر منگوائی اور اسے بچھانے کا حکم دیا اور اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر حجر اسود چادر میں رکھا اور تمام قبائل کے سرداران سے کہا کہ اس کے کنارے پکڑیں، مقام تنصیب تک لے جائیں، جب یہ پتھر اپنے مقام تک لے جایا گیا تو آپ نے حجر اسود کو اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر اس مقام پر نصب کر دیا اور سارا اختلاف، جنگ وجدال ختم ہو گیا۔ اس وقت آپ کی 35 برس کی تھی۔ (الرحیق المختوم (نسخہ عربی) : 71)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ اصحاب سیر نے یوں ذکر کیا ہے کہ "کسی شخص سے ابو جہل جو قوم کا سردار تھا، اونٹ کا سودا کیا اور اس کی رقم لوٹانے میں ٹال مٹول کر رہا تھا، کافی عرصہ بیت چکا اور ابو جہل رقم ادا کرنے سے گریز کرتا رہا، وہ بیچارہ تنگ آ گیا اور عاجز ہو گیا، ایک دن تمام سردار حرم مکہ میں جمع تھے یہ مجبور آدمی اپنے سردار کی شکایت لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا، سرداروں نے اس مجبور کو ڈانٹا اور اس کا استحصال کیا کہ سردار کے متعلق اتنی بری بات کہہ رہا ہے۔ آدمی مجبور ہوا، کبیدہ خاطر ہوا۔ اسی وقت اس کی نظر مسجد حرام کے ایک کونے پر پڑی جہاں آفتاب عالم رسول اللہ ﷺ جلوہ افروز تھے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مدعا عرض کیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات مکمل طور پر سنی اور اسے تسلی دی اور اپنے ساتھ لے کر ابو جہل کے گھر پہنچے، دروازہ پر دستک دی، ابو جہل نے دروازہ کھولا، کیا دیکھتا ہے کہ محمد ﷺ اس کے دروازے پر کھڑے ہیں، بے ساختہ اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ "محمد تم!!! اندر آجاؤ۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "باتیں سب بعد میں، پہلے اس آدمی کا مسئلہ حل کرو۔ فوراً ابو جہل رقم لے آیا اور اس آدمی کے حوالے کر دیا۔" (رحمت عالم)

یہ چند مثالیں رسول اکرم ﷺ کے عہد شباب کی ہیں۔ امت مسلمہ کے نوجوانوں کو اس کا آئینہ دار ہونا چاہئے چونکہ آپ ﷺ کو انسانیت کے لئے اسوہ حسنہ بنایا گیا ہے۔ جب ہمارے نوجوان اپنے آپ کو اپنے نبی کے طریقے پر ڈھال لیں گے تو وہ دنیاوالوں کے لئے مثال بن جائیں گے۔

### نوجوانوں کی نبوی تربیت

رسول اللہ ﷺ نے جس طرح نوجوانوں کی تربیت کی ہے، اس کی چند مثالیں اور واقعات احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نوجوانوں کو اس بات کی تعلیم وتربیت کی وہ رات مساجد میں گزاریں، جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ

«كان ينام وهو شاب أعزب لا أهل له في مسجد النبي ﷺ»

"وہ اپنی جوانی کے دنوں میں جبکہ ان کی بیوی بچے نہیں تھے نبی کریم ﷺ کی مسجد میں سویا کرتے تھے۔" (صحیح بخاری: 440)

اس واقعہ سے نوجوانوں کو اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ مساجد سے وابستہ رہیں، اگر نوجوان مساجد میں سوجائیں گے تو مساجد کا تحفظ ہو گا، نوجوانوں میں تقویٰ پیدا ہو گا، تہجد کا اہتمام ہو گا، دین سیکھنے کا شوق پیدا ہو گا، ہر قسم کی فروعات فحش ومنکرات سے دور رہیں گے۔ اس بات کو عملی طور پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اختیار کیا تھا، کیونکہ مدینہ کو ہر طرف سے خطرات لاحق ہو چکے تھے، آبادی کے تحفظ کے لئے آپ نے قانون مدون کیا کہ نوجوان مساجد میں آرام کریں۔ نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حکم کے بعد مساجد میں آرام کرنے لگے لیکن ہمارے نوجوان مسجد سے دور بھاگ رہے ہیں، اسی لئے ان میں تقویٰ اور علم کا فقدان ہے اور وہ

ہوٹل، چائے خانے اور پارکوں کو آباد کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے ہماری بعض آبادیوں میں مساجد کے حادثات رونما ہوتے ہیں، کہیں مساجد کی جائے نمازوں اور کتابوں کو اور کہیں مساجد کے باب الداخلہ کو آگ لگادی جاتی ہے، اور کہیں مساجد میں گندگی اور خنزیر کاٹ کر پھینکنے اور کہیں مساجد کے امام ومؤذن پر قاتلانہ حملے جیسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ اسی لئے ہمارے نوجوانوں کو مساجد میں قیام کرنے اور صحابہ کی طرح مساجد کے تحفظ کی فکر کرنی چاہئے ۔ مساجد کی ویرانی کا سبب نوجوان نسل کی مساجد سے غفلت بھی ہے۔ ہم اپنی اولاد کو مساجد سے وابستہ کریں۔ تاکہ ان میں غیرت و شعور بیدار ہو۔

**نوجوانی کی اہمیت**

نوجوانوں کو اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ اللہ کی نظر میں ان کی بہت بڑی فضیلت واہمیت ہے جس کا انداز اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«سَبْعَةٌ يُضِلُّهُمُ اللہُ يَوْمَ القِيَامَةِ فِي ظِلِّه، يَوْمَ لَاَظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ وَشَابٌ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللہِ»

”سات طرح کے آدمی ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے (عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا ۔ (یعنی قیامت والے دن) (ان خوش نصیبوں میں ---- ایک وہ نوجوان بھی ہوگا جو رب کی عبادت میں جوانی کی امنگ سے مصروف رہا۔“ (صحیح بخاری: 660، 1423، 6806)

یہاں ہم نے حدیث کا اتنا ہی فقرہ بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت والے دن کے خوش نصیبوں میں ایسا نوجوان بھی ہوگا جس پر اللہ کا رحم و کرم نازل ہوگا۔ لیکن افسوس امت کے نوجوانوں پر جنہوں نے اللہ کی عبادتوں سے انحراف وروگردانی کر کے سڑکوں، ہوٹلوں اور مجلسوں، میکدوں کو سجائے رکھا ہے۔

**جوانی کی عبادت**

نوجوانوں کی عبادات اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں اور ایسے ہی نوجوانوں کی تعریف رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، نوجوانوں کی اصلاح کے لئے یہ واقعہ مفید ثابت ہوگا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں جب کوئی خواب دیکھتا اور آپ سے بیان کرتا (آپ اس کی تعبیر دیتے) میرے بھی دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی، ابھی میں نوجوان تھا اور آپ کے زمانے میں مسجد میں سوتا تھا، چنانچہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے، میں نے دیکھا کہ دوزخ پر کنویں کی طرح بندش ہے (یعنی اس پر کنویں کی سی مینڈ دونوں جانب بنی ہوئی ہے) دوزخ میں میں نے ایسے بہت سے لوگوں کو دیکھا جنہیں میں پہچانتا تھا، میں کہنے لگا: ”دوزخ سے اللہ کی پناہ۔“ انہوں نے بیان کیا کہ پھر ہم کو ایک فرشتہ ملا اور اس نے مجھ سے کہا: ”ڈرو نہیں ! “ یہ خواب میں نے اپنی بہن (ام المؤمنین حضرت) حفصہ رضی اللہ عنہا کو سنایا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سنایا، تعبیر میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللہِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ » ”عبد اللہ بہت خوب لڑکا ہے، کاش رات میں نماز پڑھتا۔“ راوی کہتے ہیں کہ اس فرمان کے بعد سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو بہت کم سوتے۔“ (صحیح بخاری: 1121، 7030)

اس حدیث میں نوجوانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ رات کو عبادت کریں، رات کی عبادت انہیں جہنم سے بچائے گی، رسول اللہ ﷺ کی تلقین کے بعد حضرت عبد اللہ بن ع رضی اللہ عنہما رضائے الٰہی اور جہنم سے بچنے کے لیے رات کا سونا کم کر دیا اور عبادات میں مصروف ہوئے۔ یہی وہ عمل ہے جو نوجوانوں کو باہمت وباحوصلہ اور پاکدامن بناتا ہے۔ اے کاش کہ مسلم نوجوان اس بات کو جان لیتے۔

**نوجوانوں کی ذمہ داری**

اسی طرح گھروں اور معاشرے کی اصلاح اور اقامت دین اور اقامۃ الصلوٰۃ کی ذمہ داری نوجوانوں کے کندھوں پر ڈالی گئی، جیسا کہ حدیث شریف میں ایک واقعہ مذکور ہے۔ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم سب ہم عمر اور نوجوان ہی تھے، آپ ﷺ کی خدمت مبارکہ میں بیس دن و رات قیام رہا، آپ بڑے ہی رحمدل اور ملنسار تھے، جب آپ نے دیکھا کہ ہمیں اپنے وطن جانے کا شوق ہے تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ ” تم لوگ اپنے گھر کسے چھوڑ کے آئے ہو؟ ہم نے بتایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«ارْجِعُوْا إِلَى أَهْلِيْكُمْ ، فَأَقِيمُوْا فِيْهِمْ، وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ » ”اچھا اب تم اپنے گھر جاؤ اور گھر والوں کے ساتھ رہو، اور انہیں بھی دین سکھاؤ اور دین کی باتوں پر عمل کرنے کا حکم دو۔“ پھر فرمایا:

«وَصَلُّوْا كَمَارَأَيْتُمُونِي مُصَلِّى ، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَئُمُّكُمْ أكبركم» ”اسی طرح تم نماز پڑھنا جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور جب نماز کا وقت آجائے تو کوئی ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔“ (صحیح بخاری: 631، 685، 6008)

نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو اس حدیث کا مصداق بنائیں انہیں چاہئے کہ وہ مساجد میں رہیں، علم سیکھیں، امامت سیکھیں، اذان دینا سیکھیں اور اپنی بیوی بچوں کو دین کی تعلیم و تربیت دیں تو گھر سدھرے گا، مکانوں میں دینداری باقی رہے گی، محلوں میں امن وامان باقی رہے گا۔ یہ تعلیم وتربیت دی رسول اللہ ﷺ نے امت کے نوجوانوں کو، لیکن

افسوس صد افسوس آج کا مسلم نوجوان ان تعلیمات سے نابلد ہو چکا ہے اس لئے جہالت اس کا مقدر بنی ہوئی ہے۔

یوں تو نوجوانوں کی تعلیم و تربیت سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی بہت سی احادیث موجود ہیں، جس کا پڑھنا نوجوانوں کے لئے ضروری ہے اور جس سے واقف کروانا اہل علم، اہل قلم، علماء، خطباء، مدرسین ومشائخین کی ذمہ داری ہے۔

## تاریخ اسلام کے انقلابی نوجوان

ملت اسلامیہ کے عروج میں نوجوانوں نے سب سے عظیم کردار ادا کیا ہے اس کا سرسری جائزہ ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا آخری لشکر جہاد جسے بذات خود آپ ﷺ نے ترتیب دیا تھا جس میں کبار صحابہ شامل تھے، ابو بکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے علاوہ بقیہ عشرہ مبشرہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم شامل تھے لیکن اس کی کمان ایک سترہ سالہ نواجوان حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دی تھی، حیات النبی ﷺ میں کسی کو اس پر تردد نہ ہوا بلکہ تمام صحابہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیامت میں نکلنے کو مستعد رہے۔

اسی طرح جنگ بدر میں ابو جہل جیسے عظیم دشمن اسلام کا خاتمہ دو نوخیز جوانوں معاذ ومعوذ نے انجام دیا، اسی طرح بدر میں شامل ہونے کے لئے نوجوانوں نے اپنی اپنی مقابلہ آرائی کی انگوٹھوں کے بل کھڑے ہو کر اور اپنی صلاحیت کے جواہر دکھاتے ہوئے نوخیز نوجوان صحابہ لشکر کا حصہ بنے جن میں ایک عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

اسی طرح ایک مسلمان خاتون ہند کی صدائے آبرو سن کر اٹھارہ سالہ نوجوان محمد بن قاسم سندھ پر حملہ آور ہوئے، سلطنت رومانیہ میں ایک مسلم خاتون کی آبروریزی کے خلاف ایک نوجوان معتصم باللہ نے سلطنت رومانیہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ یہ تاریخ ساز کارنامے ہیں جسے نوجوانوں نے انجام دیا۔ لیکن کیا ہوا ہمارے نوجوان کو جس کی زندگی چبوترے سجانے میں نکل رہی ہے، شب کی تاریکیوں کی بیداری، راتوں کی میکشی، سگار نوشی، حقہ بازی، گاڑیوں کی ریس اور فضول کاموں میں بیت رہی ہے اسے اس بات کا احساس تک نہیں کہ امت مسلمہ ہند کیا کھو رہی ہے؟ اور کیا پا رہی ہے؟ اور وہ کس درجے خطرے میں ہیں؟ اسے مستقبل کے تاریک حالات کی نہ فکر ہے، نہ شعور نہ پرواہ، اسی لئے تو ملت اسلامیہ ہند رو بہ زوال ہے۔ ہمارے نوجوان چند سیاسی بازیگروں اور جذباتی پیشواؤں کے ہاتھوں بازیچہ اطفال بنے ہوئے ہیں۔

## روز قیامت جوانی سے متعلق سوال

نوجوانوں کو اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جن چار باتوں کے متعلق سوالات کرے گا ان میں سے ایک سوال جوانی کے متعلق بھی ہو گا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

”نہ ہٹیں گے ابن آدم کے دونوں قدم قیامت کے دن اس کے رب کے پاس سے یہاں تک کہ چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کئے جائیں:

وَعَنْ عُمرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهِ فِيْمَا أَبْلَاهُ ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيْمَ نَفَقَهُ ، وَعَنْ عَمَلِهِ مَاذَا عَمِلَ فِيْهِ

”عمر کے بارے میں کہ عمر کہاں صرف کی، جوانی کے متعلق سوال ہو گا کہ کیسے گزاری، مال و دولت کے بارے میں کہ کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا، علم کے بارے میں کہ سیکھا تھا کتنا عمل کیا۔“ (جامع ترمذی:2417)

اسی طرح نوجوانوں کو تعلیم و تربیت دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اِغْتَنِم خَمْساً قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ ،وفراغك قبل شغلك وحياتك قبل موتك»

”پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت و تندرستی کو بیماری سے پہلے، تونگری و بے نیازی کو فقر وفاقہ کشی سے پہلے، فرصت کو مصروفیت سے پہلے، زندگی کو موت سے پہلے۔“ (مستدرک حاکم:7846)

## قوم کی تباہی نوجوانوں کے ہاتھوں

ملت اسلامیہ کی ترقی و عروج سے میں جہاں نوجوانوں کا کردار سب سے اہم ہے، قوم وملت کی تباہی و تاراجی میں بھی نوجوانوں ہی کا عمل داخل رہا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا کر

« هَلَاكُ أُمَّتِي عَلَى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ»

”میری امت کی بربادی قریش کے چند نوجوانوں کے ہاتھوں پر ہو گی، مروان نے پوچھا: نوجوان لڑکوں کے ہاتھوں پر؟ اس پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں نہیں ان کے نام بھی بتا دوں کہ بنی فلاں اور بنی فلاں رہیں گے۔“ (صحیح بخاری :3605)

اسی طرح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے سول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

«يَأْتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُونَ مِنْ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنْ الرَّمِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

”آخری زمانے میں نوجوانوں اور کم عقلوں کی ایک قوم پیدا ہو گی، یہ لوگ ایسا بہترین کلام پڑھیں گے جو بہتر خلق (پیغمبر) کا ہے، ایسا کلام پڑھیں گے جو سارے خلق کے کلاموں سے افضل ہے لیکن وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو پار کر کے نکل جاتا ہے، ان کا ایمان ان کے حلق سے نہیں اترے گا تم انہیں جہاں بھی پا قتل کر دو، کیونکہ ان

کا قتل قیامت میں اس شخص کے لئے باعث اجر ہوگا جو انہیں قتل کردے۔" (صحیح بخاری:5057)
ملت اسلامیہ کے نوجوانوں کو شعور میں آنا ہوگا اوراپنے نبی کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر صالح سماج کی تشکیل دینا ہوگا۔ جب تک نوجوان بیدار نہیں ہوں گے ملت اسلامیہ کی کشتی ترقی وعروج کا کنارہ نہیں پکڑ سکتی۔ اللہ تعالی ہماری نوجوان نسل کی اصلاح فرمائے، انہیں شعور عطا فرمائے، نبی ﷺ کی تعلیمات کی جانب لوٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

☆☆☆

## شبِ قدر

شاد وخرم نہ ہوں کیوں اہل زمیں آج کی رات
ہے جو مائل بہ کرم عرشِ نشیں آج کی رات
حاملِ دین بنے سرورِ دیں آج کی رات
جن پہ نازل ہوا قرآنِ مبیں آج کی رات
آج کی رات پہ قربان ہزاروں راتیں
صرف اک رات بس اک رات نہیں آج کی رات
بزمِ دنیا میں فرشتوں کی جماعت لے کر
رونق افروز ہیں جبریلؑ امیں آج کی رات
لیلۃ القدر ملی ہے تو غنیمت سمجھو
کیا ہر انسان کو ملتی ہے کہیں آج کی رات
مری شہہ رگ سے ہے نزدیک مگر اے مولا
آمرے اور قریں اور قریں آج کی رات
پوچھتے کیا ہو شب قدر کی قدر وقیمت
آسماں بن گئی یہ سطح زمیں آج کی رات
خیر وبرکت بھی ہے انوار کی بارش بھی ہے
کتنی پُرکیف ہے اور کتنی حسیں آج کی رات
آج کی رات شب قدر جو کہلاتی ہے
ہر خذف ریزہ ہے ایک درّ ثمیں آج کی رات
روح کو ملتی ہے بالیدگی فکر ونظر
تازہ ہو جاتا ہے ایمان ویقیں آج کی رات
بھر گیا گوہرِ مقصود سے دامانِ طلب
شاداں ہو گیا ہر قلب حزیں آج کی رات
آج کی رات ہر اک ذرّہ ہے جو سر بہ سجود
خود بخود جھک گئی میری بھی جبیں آج کی رات
چاند سورج کو ضیاء بخشی ہے جس نے حماد
خانۂ دل میں مکیں ہے وہ حسیں آج کی رات

مولانا ابوالبیان حماد عمری

☆☆☆

### ڈڈلی کے ظفر اقبال جنجوعہ کے جوان بیٹے کا اچانک انتقال

گھر میں قیامتِ صغریٰ بپا،ڈڈلی میں ایک کہرام مچ گیا۔ ڈڈلی کے مخلص اور نمازی شخصیت حاجی ظفر اقبال جنجوعہ کے جواں فرزند شہزاد ظفر بعمر 43 سال اچانک حرکت قلب رکنے کی وجہ سے وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم نوجوان نے شادی نہیں کی مگر اپنی ساری زندگی قوم وملت کی ترقی اور بہبود کے لیے صرف کر دی۔ مختلف غریب ممالک میں جا کر وہاں مدرسے بنائے، مساجد کے انتظام وانصرام کو مضبوط کرنا، غریبوں کی مدد کرنا، ان کا وطیرہ بن گیا تھا۔ وہ اسی کام اور دھن میں مگن رہے۔ یہاں تک کہ ان کا وقت موعود آ گیا۔ جنازے میں شریک ہر پیر وجواں اور مرد وخواتین کی زبان پر اسی نوجوان کی تعریف تھی۔ ہمیشہ ہنسنا اور مسکرانا ان کا شیوہ تھا۔ کوئی کتنا بھی غصہ کرے مگر یہ اللہ کا بندہ ان کے جواب میں مسکراتا تھا۔ بہت ہی نیک صالح نوجوان تھے، انتقال کے بعد بھی چہرہ پر مسکراہٹ تھی۔ بقول علامہ اقبال:

نشان مرد مؤمن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

اس فارسی شعر کا ڈاکٹر ثاقب نے اس طرح ترجمہ کیا ہے:

سکرات کے عالم میں مؤمن کا ہے یہ عالم
دل میں بھی مسرت ہے، رخ پر بھی بحالی ہے

مرحوم نے پسماندگان میں والد، ایک بڑے بھائی، چار بہنیں اور بہت بڑی برادری غمگسار چھوڑی ہے۔
نماز جنازہ جامع مسجد ڈڈلی میں ادا کی گئی، جس میں پورے برطانیہ سے اقرباء واحباب اور دوست وعلماء ومشائخ شریک ہوئے تھے۔ جنازہ سے قبل مولانا محمد عبد الہادی العمری اور ڈاکٹر عبد الرب ثاقب نے 'موت' پر خطاب کیا۔ الشیخ محمد عارف المکاوی نے نماز جمعہ پڑھائی اور اور مرحوم کے بڑے بھائی حافظ محمد اکرام جنجوعہ نے چھوٹے بھائی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جناب ایاز احمد جنجوعہ اور دیگر برادرز نے کہا کہ ڈڈلی مسجد میں اتنا بڑا جنازہ اب تک نہیں ہوا ہے۔ اللہ نے اتنے لوگوں کو بھیج دیا کہ جس پر بعت تعجب ہے۔ راجا محمد ندیم، حاجی محمد اکرم جنجوعہ، ڈاکٹر راجا منیر، حاجی اللہ دتہ جنجوعہ، حاجی محمد یوسف، حاجی محمد یونس (شاپ والے) جناب محم افراہیم راجا، جناب محمد عمر، ڈاکٹر احسان عمر، جناب اعجاز عمر، محمد سعید، مولانا حبیب اللہ اثری، حاجی غلام ربانی، حاجی بدر الدین جنجوعہ، جناب عابد محمود جنجوعہ، جناب آصف زرگر جنجوعہ، جناب ساجد جنجوعہ، جناب نصیر الاسلام جنجوعہ، جناب یوسف اسلام، جناب محمد یونس جنجوعہ، حاجی جہانگیر، حاجی عبد الحمید، حاجی ذوالفقار قریشی، جناب عبد الرحمٰن قریشی، جناب عبد السلام حیدرآبادی، شیخ الفتاح آفریقیق، حافظ محمد عبد الرافع، برادر عبد الفتاح عبد الہادی، جناب راشد محمود جنجوعہ، برادر ہارون رشید جنجوعہ اور بہت بڑی خلقت موجود تھی۔ قبر پر شیخ عارف المکاوی اور ڈاکٹر عبد الرب ثاقب نے دعائے مغفرت کی اور اشکبار آنکھوں سے پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی۔
صد سالہ بزرگ کی وفات پر اتنا افسوس نہیں ہوتا جتنا کہ کہیں ایک نوجوان وفات پا گیا۔




28/ اپریل 2000ء مطابق 23/ محرم 1421ھ جمعہ کا دن، بریڈ فورڈ کے لیے تاریخی اور بابرکت ثابت ہوا، یہ دن مسلمانانِ بریڈ فورڈ کی آرزوں اور کوششوں کی کامیابی کا دن تھا، جمعیت اہلحدیث کی زیر نگرانی تعمیر ہونے والی محمدی مسجد کے افتتاح کا دن تھا، اس دن کے لیے وابستگان جمعیت بے چینی سے دن گن رہے تھے، جمعیت کی زیر نگرانی تعمیر ہونے والی یہ پہلی باقاعدہ، بڑی مسجد تھی، اگرچہ کہ اس وقت تک جمعیت کی زیر نگرانی چالیس سے زیادہ مساجد اور مدارس قائم ہو چکے تھے، ان میں بریڈ فورڈ کی قدیم مسجد بھی تھی، جسے ایک رہائشی گھر واقع کیمڈن ٹیریس خرید کر مسجد کی شکل دی گئی تھی۔ تین بیڈ روم کے گھر کی بالائی منزل امام کی رہائش گاہ اور زمینی منزل مسجد کے طور پر استعمال ہو رہی تھی، اس میں دو متوسط سائز کے ہال اور وضو کی جگہ بنائی گئی تھی، اسی عمارت میں جمعیت کی ابتدائی سرگرمیاں جاری تھیں، یومیہ نمازیں، خطبات جمعہ، دروس قرآن اور تنظیمی نوعیت کے اجتماعات بھی یہیں منعقد ہوتے۔ اگر کبھی بڑے اجتماع کا پروگرام ہوتا تو کوئی ہال کرایہ پر حاصل کر لیا جاتا، ایک سال مرکزی جمعیت کی سالانہ دعوت کانفرنس بھی یہیں منعقد ہوئی، مسجد کے قریب ہی کمیونٹی سنٹر میں یہ کانفرنس ہوئی، اس میں شرکت کے لیے دیگر شہروں کے علاوہ برمنگھم سے احباب کی ایک بس پہنچی تھی۔

غرض دعوتی اور تنظیمی سرگرمیاں جاری تھیں اور مسجد کی تنگی کا سب کو احساس تھا، اس سے متصل ہی ایک وسیع پلاٹ برائے فروخت تھا، اسے احباب اور اخوان جماعت کے تعاون سے حاصل کر لیا گیا، اس پر مسجد تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا گیا، اس کے لئے قدیم عمارت میں مختلف اجتماعات ہوئے، مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ، ناظم اعلی مرکزی جمعیت کے ساتھ راقم شریک ہوتے رہے۔ اس بڑے منصوبہ کی تکمیل میں مختلف رکاوٹیں درپیش تھیں۔ بالآخر جناب مصدق حسین صاحب کی صورت میں ایک فعال، مخلص اور صاحب اثر و رسوخ کارکن دستیاب ہوا، اس منصوبہ سے قبل وہ اپنی تجارتی ذمہ داریوں میں مصروف تھے، حاجی صاحب کی پرواز وہاں بلند سے بلند تر کی طرف ہوا کرتی، انہوں نے ایک شناسا کے ساتھ بیکری کا کام شروع کیا جو کہ بہت معمولی نوعیت کی بیکری تھی، پھر آگے بڑھتے ہوئے کشمیر کراؤن بیکری کی شکل اختیار کی، اس میں تیار کردہ کچھ ایٹم یہاں سے پسند کئے گئے اور قومی سطح پر سپر مارکیٹ میں جگہ دی گئی، کاروباری احباب جانتے ہیں کہ بڑے تجارتی مراکز میں جگہ بنانا آسان نہیں ہوتا، جب اس میں کچھ مسائل ہونے لگے انہوں نے دوسرا برانڈ یارک شائر کا ٹیچ متعارف کروایا، پھر بتدریج کاروبار کا رخ بیکری سے پراپرٹی کی طرف موڑ دیا، وہ جانتے تھے:

اپنے ہم وطن اقبال کے بقول

ضمیر مغرب ہے تاجرانہ
ضمیر مشرق ہے راہبانہ
وہاں دگرگوں ہے لحظہ لحظہ
یہاں بدلتا نہیں زمانہ

تجارتی مصروفیات کے ساتھ وہ خدمت خلق سے غافل نہیں رہے، بیکری میں کام کرنے والوں کے ساتھ ان کے تعلقات مالک اور مزدور کے نہیں، برادرانہ نوعیت کے ہوتے، بعض اوقات ان کی گھریلو اور ذاتی پریشانیوں کو بھی بیچ بچاؤ کر کے حل کرنے کی کوشش کرتے۔ زندہ دل اور ملنسار تھے، رفاہی کاموں میں ان کی خاصی نیک نامی تھی، انہیں مختلف نوعیت کے پروگرام سیاسی، سماجی اور دینی میں مدعو کرنا آسان ہوتا۔

حاجی صاحب نے تعمیر مسجد کے منصوبہ میں دلچسپی لی تو اپنی شبانہ روز محنت اور ذاتی اثر و رسوخ سے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں گرانقدر کوشش کی۔ عموماً ایسے منصوبوں کی تکمیل کے لیے کسی ہمہ جہت شخصیت کا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے، ہو سکتا ہے، آپ کے پاس مال کی کمی نہ ہو لیکن رکاوٹیں صرف مالی ہی نہیں، کئی طرح کی پیش آتی ہیں، یہاں بھی کچھ ایسے ہی معاملہ تھا اور پھر یہ مسجد تعمیر بھی ہو رہی تھی، جمعیت اہلحدیث کی زیر نگرانی، اس وقت بریڈ فورڈ میں شرک و بدعات اور علاقائی تعصب کا زور تھا، ایسے میں خالص توحید و سنت کی شمع جلانا بڑا چیلنج تھا، اس شہر میں قرآن و حدیث کی دعوت کیسے پروان چڑھی اور جماعت کی تاریخ کیا ہے، ایک تفصیل طلب موضوع ہے، یہاں ہم اس وقت تعمیر مسجد اور حاجی صاحب ہی کی حد تک بات محدود رکھتے ہیں۔

حاجی صاحب نے اس منصوبہ کو ایک چیلنج کے طور پر قبول کیا، تعمیراتی کام کے لیے انہوں نے مختلف جتن کئے، مزدوروں کی فراہمی، تعمیری سامان کا حصول اور قانونی نزاکتوں سے نبرد آزما ہونے وغیرہ وغیر،

چونکہ کھی لڑائی کے ساتھ کام آگے بڑھتا گیا اور پھر الحمد للہ احباب کا دیرینہ خواب مکمل ہوا اور ایک وسیع و عریض شاندار مسجد کی عمارت مکمل ہو گئی، اس مناسبت سے افتتاحی پروگرام اور ایک تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی، اس میں شرکت کے لیے بطور مہمان خصوصی رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے جنرل سیکرٹری الشیخ ڈاکٹر عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی سابق وزیر سعودی عرب برائے مذہبی امور اور اوقاف ایک وفد کے ہمراہ خصوصی طیارہ کے ذریعہ لیڈر ہوائی اڈے پہنچے، ان کے استقبال کے لیے جماعت کے مرکزی ذمہ داران، مکتب الدعوہ لندن کے مدیر الشیخ عبد الرحمن السعیدی اور حاجی صاحب کے فرزند اپنی گاڑی لیئے حاضر تھے، حاجی صاحب اپنی شخصی حیثیت اور مقام کے باوجود حسب ضرورت خود ڈرائیونگ کر کے احباب کو مختلف اجتماعات میں لے جایا کرتے تاکہ آمد ورفت کے مسائل بھی آسان ہوں اور اجتماعیت بھی باقی رہے۔ معزز مہمانوں کے استقبال کے بعد ان کے لیے مختص رہائش گاہ پہنچا دیا گیا، کھانے کا پروگرام ایک ریسٹورنٹ میں تھا، لیکن مصدق صاحب نے ازخود پیشکش کی کہ ریسٹورنٹ کے مقابلہ میں گھر پر زیادہ مناسب انتظام ہو سکتا ہے، ہم نے حاجی صاحب کو راضی کرنے کی کوشش کی کہ وہ اس کے لیے اصرار نہ کریں، کیونکہ پروگرام کی تیاری اور انتظامات میں وہ مصروف ہیں، ایسے میں ایک اضافی ذمہ داری کیوں لینا چاہتے ہیں، نیز ان موقعوں پر شرکاء کی تعداد بھی قابو میں نہیں رہتی، کیونکہ بہت سے احباب بن بلائے مہمان کی طرح معززین کے ساتھ شرکت کی غرض سے شامل ہو جاتے ہیں، لیکن حاجی صاحب کب راضی ہو سکتے تھے ان کا معاملہ تھا

دل کشادہ ہے میرا گاؤں کے آنگن کی طرح

کچھ لوگ مہمانوں کی تکریم اور ضیافت کر کے زیادہ سکون حاصل کرتے ہیں۔ وہ خود کھانے سے زیادہ دوسروں کو کھلا کر خوشی محسوس کرتے ہیں اور یہ تو تھا بھی خاص موقع۔ عام حالات میں بھی وہ اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، ان کا گھر ہو یا آفس دستر خوان وسیع ہوتا۔ معززین کا کھانا ان کے ہی دولت کدہ پر رکھا گیا۔

کانفرنس کی پہلی نشست نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوئی، شرکت کرنے والوں میں چرچ کے عیسائی نمائندے سینیگاگ کے یہودی نمائندے، مرکزی حکومت کی جانب سے وزیر مائک اوبرائن جو لندن سے اس پروگرام کے لیے بریڈ فورڈ پہنچے تھے اور مختلف اسلامی تنظیموں اور مساجد کے نمائندے کثیر تعداد میں موجود تھے۔

افتتاحی نشست کے بعد پروگرام کا مرکزی حصہ خطبہ جمعہ تھا، اس میں شرکت کے لیے آنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوگئی کہ وسیع وعریض مسجد اور متصلہ بیرونی احاطہ، کار پارک وغیرہ سب کھچا کھچ بھر چکے تھے، لوگوں کا محبت بھرا شکوہ تھا کہ مسجد تعمیر ہی کی تو اتنی چھوٹی کیوں بنائی! حالانکہ مسجد کا سائز چھوٹا نہیں لوگوں کا اشتیاق زیادہ تھا، منتظمین کے وسیع تعلقات کا یہ اثر تھا، اپنا ایک نقطہ نظر رکھتے ہوئے سماج کے مختلف افراد کے ساتھ تعلقات استوار رکھنا، ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

شیخ ترکی نے خطبہ جمعہ کے لیے ممبر پر قدم رکھا اور مؤذن نے صدائے توحید اللہ اکبر بلند کی تو بہت سے قدیم اور سنیئر کارکنوں کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں کہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ بریڈ فورڈ کے حصہ میں یہ سعادت آئی۔ وہ جانتے تھے کہ جب یہاں کام کا آغاز ہوا تو حالات کیا تھے، محسوس ہوتا تھا کہ شرک وبدعات کی آندھیوں میں توحید وسنت کا یہ چراغ کیسے روشن نہیں رہ سکے گا، بلا شک وشبہ اس کامیابی پر انہیں مسرت کا حق تھا، اس کامیابی کا بڑا حصہ قدیم کارکنوں، مخلص علماء کے ساتھ ساتھ حاجی صاحب کو جاتا ہے۔

حاجی صاحب کچھ عرصہ سے پاکستان میں زیادہ وقت گزار رہے تھے، ان کا حساس دل ہر ایک کے لیئے تڑپتا تھا۔ بالآخر وہ خود اپنے دردِ دل کی تاب نہ لاتے ہوئے 4/ جنوری 2025ء کی سرشام لاہور میں 75 برس کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا، دوسرے دن سینکڑوں غمگساروں اور سوگواروں کی موجودگی میں اپنے ہی وطن سیالکوٹ میں نماز جنازہ ادا کی گئی، متصل قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ ان کے لیے ان شاء اللہ بہت سی نیکیاں صدقہ جاریہ بنیں گی۔

مسجد محمدی بریڈ فورڈ کے در و دیوار ان کی دینی محبت اور مسجد کے ساتھ وابستگی کا ثبوت دیتے رہیں گے۔

رب کریم مصدق حسین صاحب اور یہاں کے تمام احباب جو اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے، سب کی مغفرت فرمائے۔ انہیں فرمان نبوی ﷺ کا مصداق بنادے:

«مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلّٰهِ بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ»

”جو روئے زمین پر اللہ کے لیے مسجد بنائے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔“

☆☆☆

## نیک اور پاکیزہ عورتوں کے حقوق اور ترجیحات

”سلف صالحین کی بیویاں اپنے شوہروں کو کام کے لئے گھر سے نکلتے وقت تاکید کرتے ہوئے کہتیں: ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ہمیں حرام مت کھلانا، ہم بھوک برداشت کر سکتی ہیں (جہنم کی) آگ برداشت نہیں کر سکتیں۔“ (رسالۃ المسترشدین: 291)

☆☆☆




### احترام انسانیت اور تحفظ اموال واَملاک

دین اسلام نے انسانیت کے مال ودولت اور املاک کی حفاظت کی اور مالی معاملات کو بہتر بنانے کی ہدایات دیں، بلکہ مومن اسے قرار دیا جس سے بقیہ انسان اپنے خون اور مال و دولت کے تئیں مطمئن رہیں ، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«المُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَ أَمْوَالِهِمْ» (جامع ترمذی:2627)

”(حقیقی اور کامل) مومن وہ ہے جس کے متعلق دیگر انسان اپنی جان اور اپنے مالوں کے سلسلے میں بے خوف وخطر پر امن رہیں۔“

تحفظ اموال و املاک کے پیش نظر دھوکہ دہی حرام ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا " (صحیح مسلم :164)

”جس نے ہمیں دھوکا دیا تو وہ ہم میں سے نہیں۔“

تحفظ اموال واملاک کے پیش نظر لاعلمی، جہل وغرر اور دھوکے والے معاملات حرام ہیں ،جیسا کہ حدیث مبارک ہے:

«نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ» (صحیح مسلم: 1513)

”رسول اللہ ﷺ نے بیع الغرر (پر خطر اور دھوکہ پر مشتمل معاملہ داری) سے منع کیا۔“

تحفظ اموال و املاک کے پیش نظر ناپ تول میں کمی منع ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ 0 الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ 0 وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ﴾ (سورۃ المطففین:1-3)

”ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی خرابی وتباہی ہے، جو جب انسانوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں لیکن جب انھیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔“

تحفظ اموال و املاک کے پیش نظر سودی معاملات حرام ہیں، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ ( سورۃ البقرۃ:275)

”اللہ نے تجارت حلال کی اور سود کو حرام کیا۔“

تحفظ اموال واملاک کے پیش نظر خود اپنے مملوکہ مال کی ذخیرہ اندوزی بھی حرام ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ» (صحیح مسلم: 1605)

”جس نے مال کی ذخیرہ اندوزی کی تو وہ خطا کار ہے۔“

تحفظ اموال واملاک کے پیش نظر غلط بیانی وغلط پروپگنڈے حرام ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وإن كتما وكذبا مُحقت بركة بيعِهما» (صحیح بخاری:1973)

”اگر دونوں معاملہ دار سچائی اور حقیقت بیانی سے کام لیں تو ان کی معاملہ داری میں برکت دی جاتی ہے اور اگر عیب پوشی وغلط بیانی سے کام لیں تو ان کی معاملہ داری کی برکت مٹادی جاتی ہے۔“

تحفظ اموال کے پیش نظر مزدور کی اجرت روکے رکھنا سخت منع ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے پابند بنایا:

«أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ» (سنن ابن ماجہ: 2443)

”مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے قبل اس کی مزدوری دے دو۔“

تحفظ اموال واملاک کے پیش نظر کسی بھی باطل ذریعے سے مال کمانا حرام ہے، جیسا کہ الل تعالی نے فرمایا:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (سورۃ البقرۃ: 188)

”تم اپنے درمیان اپنا مال باطل ذریعے سے مت کھاؤ۔“

تحفظ اموال واملاک کے پیش نظر کسی کی زمین ناحق ہڑپ کر لینا گناہ کبیرہ ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

«مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ» (صحیح بخاری:2320)

”جس نے ظلم سے کچھ بھی زمین حاصل کی تو اس زمین کی طرح سات زمینوں کا طوق اس کے گلے میں پہنایا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے تحفظ اموال کے تئیں ایک اور اصولی بات بتائی :

«مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللَّهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَ يريد إتلافها أتلفه

الله» (صحیح بخاری:2257)

"جس نے انسانوں کا مال واپس ادا کرنے کی نیت سے لیا تو اللہ ادائی میں مددگار رہے گا، لیکن جس نے (بدنیتی سے) انسانوں کا مال حاصل کیا تو اللہ ایسے بد نیت معاملہ دار کو تباہ وبرباد کردے گا۔"

### احترام انسانیت تحفظ عفت اور مصائب سے نجات کا ضامن

جب انسانیت کا احترام کماحقہ طور پر ہو تو اس کا اچھا اثر معاشرے پر بھی پڑتا ہے اور اصلاح معاشرے کے ساتھ ساتھ احترام انسانیت کے جہد کار دنیوی آزمائشوں و مصیبتوں سے بھی محفوظ رہتے ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے شخص کا واقعہ سنایا جسے کوئی خاتون پسند آگئی ، اس نے اس کے ساتھ گناہ کرنے کی غرض سے رقم مقرر کر دی لیکن جب اس پر پوری طرح قابو پا گیا تو (گناہ کرنے کی بجائے) اس کی عزت نفس کو ملحوظ رکھا، چھوڑ دیا اور اس خالص نیکی کا وسیلہ لے کر اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ یہ عمل میں نے تیری رحمت کی امید اور تیرے عذاب کے ڈر سے کیا لہٰذا تو ہم سے مصیبت دور فرما، تو وہ تکلیف دہ چٹان فوراً ہٹ گئی۔(مسند احمد:12454)

### احترام انسانیت اور تجارت میں اعلیٰ ظرفی

دین اسلام نے زندگی کے تمام گوشوں میں ساری انسانیت کے ساتھ حسن سلوک اختیار کرنے کی تعلیم دی اور جو بندہ بالخصوص لین دین میں نرم گوشہ ہو اس کے لیے رب کی رحمتوں کی دعائیں کی گئیں، علاوہ ازیں خرید وفروخت میں انسانی اقدار کو ملحوظ رکھنا، وسعت نظری اور اعلیٰ ظرفی کے ساتھ پیش آنا اور عفو ودرگزر کے ساتھ مہلت دینا جہنم سے نجات کا سبب بنتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے طویل حدیث بیان فرمائی جس میں مذکور ہے کہ فرشتے کسی جہنمی سے سوال کریں گے: «هَلْ عَمِلْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا، غَيْرَ أَنِّي كُنْتُ أُسَامِحُ النَّاسَ فِي الْبَيْعِ، فَيَقُولُ اللهُ: اسْمَحُوا لِعَبْدِي كَإِسْمَاحِهِ إِلَى عَبِيدِي» (صحیح ابن حبان: 3005)

"کیا تم نے کبھی کوئی اچھا کام کیا ؟ جواب دے گا نہیں، بجز اس کے کہ میں خرید وفروخت اور تجارت کے سلسلے میں انسانوں کے ساتھ عفو ودرگزر، چشم پوشی اور نرمی سے کام لیا کرتا تھا، تو اللہ فرمائے گا کہ تم میرے بندے کے ساتھ بھی نرمی والا برتاؤ کرو جیسا کہ اس کا نرمی والا برتاؤ میرے بندوں کے ساتھ تھا۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے مستقل باب باندھ:

باب المداراة مع الناس

یعنی انسانیت کے ساتھ عمدگی اختیار کرنے اور نرمی برتنے کا بیان، بلکہ نبی ﷺ کی بعثت ہی مدارات یعنی عمدگی ونرمی اور رواداری کے ساتھ ہوئی۔ (شعب الإیمان از بیہقی:6/351)

### احترام انسانیت اور ظلم اور ظالم کی روک تھام

اللہ تعالیٰ نے کسی کی دشمنی کی بنا پر ظلم وزیادتی کرنے سے منع کیا اور دشمن قوم کے ساتھ بھی عدل وانصاف برقرار کرنے کی تلقین فرمائی:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾

"کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کردے، عدل کیا کرو جو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے۔" (سورۃ المائدۃ: 8)

اور رسول اللہ ﷺ نے مظلوم کی بددعا سے بچنے کا حکم دیا، کیوں کہ مظلوم اگر کافر بھی ہو تو اس کی بددعا رد نہیں کی جاتی: «دعوةُ المظلوم وإنْ كَانَ كَافِراً ليسَ دونَها حِجَابٌ» (صحیح الترغیب والترہیب: 2231) "مظلوم کی دعا (وبددعا) قبول ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہتی، خواہ وہ مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو۔"

اور اللہ ایسے ظالموں کو لازمی طور پر عذاب دے گا جو انسانوں کو دنیا میں بلاوجہ سخت ترین تکالیف وسزائیں دیتے رہتے ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا» (صحیح مسلم: 2613)

"بے شک اللہ ایسوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں انسانوں کو سخت تکلیفیں پہنچاتے رہتے ہیں۔

اور طاقت رکھنے کے باوجود ظالم کو ظلم سے نہ روکنے والے تماشائی بھی ظالم کے ساتھ عذاب کی لپیٹ میں آجاتے ہیں، جیسا کہ انسانیت کو جھنجھوڑتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا: «إنّ الناس إذا رأوا الظالمَ فلم يأخذوا على يدَيه أوشك أن يعُمّهم الله بعقاب» (سنن ابوداؤد:4338)

"لوگ ظالم کو دیکھیں پھر بھی اس کے (مجرمانہ وظالمانہ) ہاتھوں کو نہ روکیں تو اللہ بہت جلد ان ساروں (بشمول ظالم اور تماشائی انسان) کو عذاب میں مبتلا کر دے گا۔"

اور یاد رہے کہ جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا اللہ عزو جل بھی اس پر مہربان نہیں ہوتا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « لا يرحم الله من لا يرحم الناس» (صحیح بخاری:6941)

"جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا ہے اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتا ہے۔"

مرزا غالب نے کہا:

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا




**حدیث نمبر:105**

عَنْ عبد الله بن عباس رضي الله عَنْه قال : «أَقْبَلْتُ رَاكِباً عَلَى حِمَارٍ أَتَانٍ — وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الاحْتِلامَ — وَرَسُولُ اللهِ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ يُصَلِّي بِالنّاسِ بِمِنًى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصّفِّ، فَنَزَلْتُ فَأَرْسَلْتُ الأَتَانَ تَرْتَعُ، وَدَخَلْتُ فِي الصّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيّ أَحَدٌ».

(رواه البخاري، كتاب العلم، باب متى يصح سماع الصغير، برقم 76، ومسلم، كتاب الصلاة، باب سترة المصلي، برقم 504)

**حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ:**

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں گدھی پر سوار ہو کر آیا میں ان دنوں قریب البلوغت تھا رسول اللہ ﷺ منٰی میں لوگوں کو نماز پڑھارہے تھے سامنے کوئی دیوار نہ تھی میں صف کے تھوڑے سے حصے سے گزرا پھر اترا گدھی کو چھوڑ دیا کہ وہ چر لے اور خود صف میں شامل ہو گیا میرے ایسا کرنے پر کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا۔

**حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی:**

1 - اَقْبَلْتُ :میں آیا۔

2 - رَاكِبًا:سوار۔

3 - عَلٰى اَتَانٍ:گدھی پر۔

4 - اَنَا يَوْمَئِذٍ :میں اس دن۔

5 - نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ: قریب البلوغت تھا۔

6 - جِدَارٍ :دیوار۔

7 - فمَرَرْتُ :پس میں گزرا۔

8 - بَيْنَ بَعْضِ الصّفِّ:صف کے کچھ حصے کے سامنے سے۔

9 - اَرْسَلْتُ الْاَتَانَ:میں نے گدھی کو چھوڑ دیا۔

10 - تَرْتَعُ:وہ چرتی ہے۔

11 - فَلَمْ يُنْكِرْ:پس کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

12 - ذَالِكَ عَلَيّ:اس وجہ سے مجھ پر۔

**حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام:**

1۔باجماعت نماز میں امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے۔

2۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے عمل سے ثابت ہوا کہ جماعت کی صورت میں اگر کوئی شخص مقتدیوں کی صف کے آگے سے گزر جائے تو اس سے نماز میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔

3۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا یہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے اسی (80) روز پہلے وقوع پذیر ہوا جبکہ آپ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں کو منٰی کے میدان میں نماز پڑھارہے تھے۔

4۔نابالغ عالم سے دین کا علم حاصل کیا جاسکتا ہے اور اس کا بیان کردہ علم حجت اور قابل عمل ہے جیسا کہ اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

5۔نابالغ کا حج کرنا درست ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کیا البتہ فرض حج بلوغت کے بعد کرنا ضروری ہے۔

6۔نابالغ کو بھی نماز کے لیے وضو کا اسی طرح حکم ہے جیسے بالغ کو ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں بیان ہوا ہے۔

7۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گدھا ناپاک نہیں ہے کیونکہ اس پر سواری جائز ہے البتہ اس کا گوشت اور دودھ حرام ہے۔

8۔اس حدیث سے بعض اہل علم نے بغیر سترہ کے نماز پڑھنے پر استدلال کیا ہے مگر اہل علم کے راجح قول کے مطابق اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دیوار کے علاوہ کسی دوسری چیز کو سترہ بنایا ہوا تھا اور امام بخاری رحمہ اللہ بھی یہ مسئلہ بتارہے ہیں، اس حدیث میں تقدیری عبارت یوں ہوگی:

(يصلي بالناس بمنى إلى غير جدار)

یعنی رسول اللہ ﷺ منی میں دیوار کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا رہے تھے۔

**حدیث نمبر:106**

عَنْ عائشة رضي الله عَنْها قالت : «كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَرِجْلايَ فِي قِبْلَتِهِ، فإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَقَبَضْتُ رِجْلَيّ، وَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا، [قَالَت:] وَالْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ».

(رواه البخاري، كتاب الصلاة، باب الصلاة على الفراش، بلفظه، برقم 382، ومسلم، كتاب الصلاة، باب الاعتراض

بين يدي المصلي، برقم 272- (512)

**حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ:**

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوئی ہوئی ہوتی تھی اور میرے دونوں پاؤں آپ کے سجدے کی جگہ ہوتے جب آپ سجدہ کرتے مجھے ہاتھ لگا دیتے میں اپنے دونوں پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں انہیں بچھا لیتی گھروں میں ان دنوں چراغ نہیں ہوا کرتے تھے۔

**حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی:**

1 - أَنَامُ: میں سوتا ہوں یا سوتی ہوں۔

2 - رِجْلَايَ : میرے دونوں پاؤں۔

3 - إِذَا سَجَدَ: جب آپ سجدہ کرتے۔

4 - غَمَزَنِيْ: آپ مجھے دبا دیتے۔

5 - فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ :تو میں اپنے دونوں پاؤں سمیٹ لیتی۔

6 - بَسَطْتُهُمَا : میں نے ان دونوں کو پھیلایا۔

7 - اَلْبُيُوْتُ:گھر۔

8 - مَصَابِيْحُ :چراغ۔

**حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام:**

1۔خاوند اگر نماز پڑھ رہا ہو بیوی سامنے لیٹی ہو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی اور نہ ہی اس میں کوئی نقص واقع ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عورت بھی مرد کا سترہ بن سکتی ہے البتہ آگے سے گذرنے کی ممانعت ہے۔

2۔بیوی یا محرم عورت کو محض چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔ لیکن اگر بیوی کو چھونے سے شرم گاہ سے کوئی پانی وغیرہ نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور وضو کے ٹوٹنے سے نماز ٹوٹ جاتی پھر نئے سرے سے وضو کرنا اور نماز پڑھنا ضروری ہے۔

3۔ نماز کے دوران بیوی یا کسی محرم عورت یا کسی مرد یا کسی بھی چیز کو ضرورت کے تحت چھو لیا جائے یا اس کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا جائے یا رکھ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

4۔ سوئے یا لیٹے ہوئے آدمی یا عورت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا درست ہے اور اس کو سترہ بنانا بھی درست ہے جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے۔

5۔ سجدہ کرتے وقت زمین کا ننگا ہونا ضروری نہیں بلکہ کسی چادر، قالین، بستر وغیرہ پر نماز پڑھنا درست ہے جیسا کہ اس حدیث میں بیان ہوا ہے البتہ اس کا پاک ہونا ضروری ہے۔

6۔ اندھیرے میں نماز پڑھنا درست ہے جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے۔

7۔ اگر جگہ تنگ ہو تو وہاں نماز پڑھنا درست ہے جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے۔

☆☆☆

حائضہ عورت کے لیے حیض کی مدت میں آنے والے خون پر حیض کے احکامات لاگو ہوں گے اور اسے حائضہ شمار کیا جائے گا اور جب حیض کی مدت ختم ہو جائے تو وہ پاک ہو کر غسل کر کے نماز روزہ کی ادائیگی کرے گی اور خاوند اس سے جماع و مباشرت بھی کر سکے گا، چاہے استحاضہ کا خون جاری بھی ہو پھر بھی یہ کام ہوں گے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ”فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی:

”اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے استحاضہ کا خون آتا ہے، اور میں پاک نہیں ہوتی تو کیا میں نماز ترک کر دوں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”نہیں، یہ تو ایک رگ کا خون ہے اور حیض نہیں، چنانچہ جب تجھے حیض آئے تو نماز ترک کر دو، اور جب حیض ختم ہو جائے تو خون دھو کر غسل کرو اور نماز ادا کرو۔“

(صحیح بخاری: 226 ؛ صحیح مسلم: 333)

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یہ ایک رگ کا خون ہے:

اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر خارج ہونے والا خون کسی رگ کا ہو اور اس میں آپریشن کا خون بھی شامل ہے۔ تو اسے حیض شمار نہیں کیا جائے گا اس لیے اس خون کے ساتھ وہ کچھ حرام نہیں ہو گا جو حیض کی بنا پر حرام ہوتا ہے اور اس عورت پر نماز کی ادائیگی اور اگر رمضان ہو تو روزہ رکھنا فرض ہو گا۔“

(فتاوی الشیخ ابن عثیمین (11) سوال نمبر (226)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی ایک بیوی بھی اعتکاف بیٹھی اور وہ استحاضہ کی حالت میں تھی انہیں خون آ رہا تھا، بعض اوقات خون کی بنا پر ان کے نیچے برتن رکھا جاتا تھا۔‘

صحیح بخاری حدیث نمبر: 303)

☆☆☆

امام ابن القیم رحمہ اللہ عبادت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

العبادة عبارة عن الإعتقاد والشعور بأن للمعبود سلطة غيبية في العلم والتصرف فوق الأسباب يقدر بها على النفع والضر. فكل دعاء وثناء وتعظيم ينشأ من هذه الإعتقاد فهو عبادة

”عبادت اس اعتقاد اور شعور کا نام ہے کہ معبود کو ایک غیبی تسلط حاصل ہے علم اور تصرف کے معاملے میں، جس کی وجہ سے وہ مافوق الاسباب نفع نقصان پر قادر ہے، اس لئے ہر تعریف، ہر پکار اور ہر تعظیم جو اس مذکورہ اعتقاد اور شعور کی بنیاد پر ہو تو وہ عبادت ہے۔“(مدارج السالکین: 1/40)




**یورپین ممالک میں موسم سرما میں جمعہ کی ادائیگی**

سوال: یورپ کے بعض ممالک جو انتہائی شمال میں ہیں، موسم سرما میں وہاں دن بہت چھوٹا ہو جاتا ہے، یعنی ظہر، عصر اور پھر مغرب تین گھنٹے کے اندر اندر ہو جاتی ہیں اور اس بنا پر جمعہ کی ادائیگی کے لئے بھی مناسب وقت نہیں ملتا ہے، تو کیا جمعہ کو تاخیر سے ادا کیا جاسکتا ہے؟

جواب: (از ڈاکٹر عجیل نشمی، عضو یورپین کونسل برائے فتویٰ اور ریسرچ)

پہلی بات تو یہ ہے کہ نمازوں کے اوقات کی تحدید شریعت میں کر دی گئی ہے کہ اب اس میں اجتہاد نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ﴾ (سورۃ النساء:103)

"بے شک نماز مومنوں کے اوپر چند مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔"

یعنی وہ ایک ایسا فریضہ ہے کہ جس کا تعلق اوقات سے ہے کہ جب وہ وقت داخل ہو جائے تو نماز واجب ہو جاتی ہے۔ بروایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جبرائیل نے دو مرتبہ بیت اللہ کے قریب میری امامت کی۔ پہلی مرتبہ اس وقت جب کہ سورج کا سایہ تسمے کی مانند تھا (بمعنی زوال کے وقت) اور پھر عصر کی نماز اس وقت ادا کی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کی اپنے برابر ہو چکا تھا، پھر سورج کے غروب ہونے کے وقت جب کہ روزے دار کے روزے کے افطار کا وقت ہو جاتا ہے، مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر شفق کے غائب ہو جانے کے بعد، عشاء کی نماز ادا کی اور پھر جب فجر طلوع ہو چکی اور روزے دار کے لئے کھانا حرام ہو گیا تو صبح کی نماز ادا کی۔

دوسری دفعہ ظہر کی نماز اس وقت ادا کی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل (یعنی اس کے اپنے برابر) ہو گیا تھا جو کہ پہلی مرتبہ عصر کے وقت کی نشاندھی کر رہا تھا اور پھر عصر اس وقت ادا کی جب ہر چیز کا سایہ دو مثل (یعنی دوگنا) ہو گیا تھا۔ پھر مغرب اپنے اول وقت میں ہی ادا کی، اور پھر رات کے ایک تہائی گزر جانے کے بعد عشاء کی نماز ادا کی اور پھر فجر کی نماز اس وقت ادا کی جب زمین پر روشنی پھیل چکی تھی، پھر جبرائیل میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے محمد! تم سے پہلے جو نبی گزرے ہیں، ان کا بھی یہی وقت تھا اور ان دونوں اوقات کے مابین ہر نماز کا وقت ہے۔ (صحیح جامع از الشیخ البانی: 1402)

اور اسی بات پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

اب رہی جمعہ کے وقت کی بات اور آیا اسے مغرب تک ادا کیا جاسکتا ہے یا نہیں، اُن اسباب کی روشنی میں جو سوال میں بیان کئے گئے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک تو جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے، ابتداء کے لحاظ سے اور انتہاء کے لحاظ سے بھی۔" (امام شافعی: کتاب الام: 1/223؛ کشاف القناع 2/26؛ ابن قدامہ، المغنی: 3/159؛ الکاشانی، بدائع الصنائع: 1/269)

مالکیہ نے اس سے اختلاف تو نہیں کیا لیکن انتہا وقت میں گنجائش نکالی ہے، ان کے نزدیک جمعہ کا وقت ظہر سے لے کر غروب تک ہے کہ خطبہ اور نماز دونوں اتنے وقت کے اندر اندر ادا ہو جائیں تو جمعہ صحیح قرار دیا جائے گا۔

ابن القاسم المدونہ میں کہتے ہیں: اگر امام نے نماز جمعہ میں اتنی تاخیر کر دی کہ عصر کا وقت داخل ہو گیا تو اسے غروب سے پہلے پہلے نماز جمعہ پڑھا دینی چاہئے۔

ابن رشد کہتے ہیں: جمعہ کے وقت اخیر میں اختلاف ہے، کہا گیا ہے کہ اگر اتنا بھی وقت ہو کہ عصر کی ایک رکعت ادا ہو سکے (یعنی مغرب سے پہلے پہلے، تو جمعہ ادا کیا جاسکتا ہے۔

(یہ بات المدونہ میں بھی ہے اور عیسیٰ کی سماعت کے مطابق ہے) اور مطرف کی روایت ہے کہ جب تک سورج غروب نہ ہو جائے۔ (بحوالہ: التاج والإکلیل لمختصر الخلیل: 2/519؛ ابن رشد، بدایۃ المجتہد: 1/100؛ المدونہ: 1/239)

مالکیہ کا ابتداء وقت میں اختلاف نہیں ہے، وہ اسے ظہر کے وقت ہی سے شروع کرتے ہیں، لیکن جمعہ کے آخری وقت کے بارے میں انہوں نے اجتہاد سے کام لیا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ظہر اور عصر کا وقت مشترک ہے، ایک دوسرے میں داخل ہو جاتا ہے تو اس لحاظ سے جمعے کا وقت بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اب دیکھئے کہ فی الجملہ چونکہ ظہر اور عصر کا وقت ایک ہی ہے اور اسی لیے بر بنائے سفر اور کئی دوسری وجوہات کی بنا پر ان دونوں نمازوں کا جمع کرنا جائز قرار دیا گیا ہے اور اس لحاظ سے جمہور کے نزدیک اگر کسی شخص کا جمعہ چھوٹ جائے اور عصر کا وقت داخل ہو جائے تو وہ اُسے بطور ظہر ادا کرے، لیکن مالکیہ کے نزدیک وہ اُسے جمعہ ہی کی طرح ادا کرے، مالکیہ نے جو یہ کہا ہے کہ ان دونوں نمازوں کا وقت ایک دوسرے میں داخل ہے تو اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ فقہاء نے حائضہ عورت کے بارے میں اختلاف رائے کا اظہار کیا ہے

که اگر وہ عصر کے وقت پاک ہو جائے تو کیا وہ ظہر کی نماز کی بھی قضاء کرے گی اور اسی طرح اگر وہ عشاء کے وقت پاک ہو جائے تو کیا وہ مغرب کی قضا بھی کرے گی؟

تو اس میں دونوں آراء پائی جاتی ہیں لیکن جمہور فقہاء کا کہنا ہے کہ اس پر ان دونوں صورتوں میں قضاء واجب ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں : جمہور علماء کہ جن میں مالک، شافعی اور احمد شامل ہیں، یہی رائے رکھتے ہیں کہ اگر حائضہ عورت دن کے آخری حصے میں (یعنی مغرب سے پہلے پہلے) پاک ہو جائے تو وہ ظہر اور عصر دونوں نمازیں ادا کرے گی اور اگر رات کے آخری حصے میں پاک ہو جائے تو وہ مغرب اور عشاء دونوں کی ادائیگی کرے گی اور یہ بات عبدالرحمٰن بن عوف، ابوہریرہ اور ابن عباس سے منقول ہے کیونکہ عذر کی حالت میں ان دونوں نمازوں کے اوقات میں اشتراک پایا جاتا ہے۔

تو اگر وہ دن کے آخر میں پاک ہو جائے تو اس کے لئے ابھی ظہر کا وقت باقی ہے، اس لئے وہ عصر سے قبل ظہر کی نماز ادا کرے گی اور اگر وہ رات کے آخر میں پاک ہو جاتی ہے تو وہ اسی عذر کی بنا پر کہ اس کے لئے مغرب کا وقت باقی ہے تو وہ عشاء سے قبل مغرب بھی ادا کرے گی۔

ابن قدامہ المغنی میں لکھتے ہیں کہ امام احمد نے کہا: یہی قول عام تابعین کا ہے، سوائے حسن بصری کے جو کہتے ہیں کہ اس پر وہی نماز واجب ہے کہ جس کے وقت میں وہ پاک ہوئی تھی اور یہی قول ثوری اور اصحاب الرائ (یعنی احناف) کا بھی ہے۔

اور ہمیں بھی مالکیہ کے قول میں توسع دکھائی دیتا ہے (یعنی دونوں نمازوں کے وقت میں اشتراک پایا جاتا ہے) اور اس بنا پر ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ جن مجبوریوں کا سائل نے ذکر کیا ہے وہ اس رائے سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں لیکن جہاں تک جمعہ کا تعلق ہے تو عصر اور مغرب کے اوقات اپنی اپنی جگہ واضح علامات رکھتے ہیں، اس لئے ہمیں یہ بات راجح نہیں معلوم ہوتی کہ جمعہ کا وقت وہاں تک پھیلا دیا جائے، اس لئے جس کا جمعہ چھوٹ گیا ہو وہ اُسے بطور جمعہ (بعد از عصر) ادا نہ کرے بلکہ ظہر قضاء کی نیت سے ادا کرے۔ واللہ اعلم

## کتے کی نجاست کا مسئلہ

سوال :- یورپ کے ایک ملک میں رہنے والی ایک خاتون دریافت کرتی ہیں کہ وہ عرصہ آٹھ سال سے وہاں رہ رہی ہیں اور اپنی تنہائی کی بنا پر ایک کتا پالنا چاہتی ہیں تاکہ ان کی تنہائی کا مداوا ہو، اب جب وہ اس کے ساتھ کھیل کود کریں گی تو اس کے بدن سے مسّ ہو گا اور ہو سکتا ہے اس کے کپڑوں میں بھی اس کے بال جا لگیں تو کیا وہ اس صورت میں لازمی طور پر وضو کریں اور پھر نماز پڑھیں؟

جواب: از ڈاکٹر انیس قرقاح (عضو یورپین کونسل برائے فتوی اور ریسرچ)

مالکی فقہاء یہ رائے رکھتے ہیں کہ کتا سارے کا سارا طاہر ہے، اس کا لعاب، ناک کا اخراج، اس کا جسم اس کے بال سب کے سب طاہر ہیں اور اس کی بنیاد اس بنیادی قاعدے پر ہے کہ ہر زندہ حیوان طاہر ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر ایک ایسا حیوان جس کا کھانا جائز ہو وہ مر جائے تو اسے نجس شمار کیا جاتا ہے تو پھر زندہ حالت میں اُسے طاہر ہی مانا جائے گا، احناف نے بھی اس بات سے اتفاق کیا ہے سوائے لعاب کلب کے جو ان کے نزدیک نجس ہے۔ شافعیہ، حنابلہ نے کتے کے نجس ہونے اور حنفیہ نے اس کے لعاب کے نجس ہونے کے بارے میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں کیا گیا ہے۔

"اگر کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈال دے تو وہ اُسے بہا دے اور پھر سے سات مرتبہ دھو ڈالے۔"

جمہور نے کہا کہ برتن کے دھونے کا سبب کتے کی نجاست کی وجہ سے ہے۔

مالکیہ نے کہا کہ نہیں یہ ایک امر تعبدی ہے۔ (یعنی جیسے عبادت کا کوئی سبب نہیں ہوتا، صرف اللہ کے حکم کی بنا پر کی جاتی ہے اور جہاں تک کتے رکھنے کا مسئلہ ہے تو سبھی فقہاء کا اتفاق ہے کہ کتا رکھنا ان مذکورہ اسباب کی بنا پر جائز ہے۔

شکار کرنا، کھیتوں کی حفاظت کرنا، جانوروں کا چرانا، معذور افراد کی مدد کے لئے انہیں ساتھ رکھنا اور تربیتی کتوں کو ان لوگوں کی نشاندھی کرنا جو کسی عمارت کے گرنے کی بنا کر ملبے میں دبے ہوتے ہوں، تاکہ ان کی جان بچائی جاسکے اور ایسے ہی کئی دوسرے کاموں کے لئے جن کے کرنے میں انسان کا فائدہ ہو اور اسی کی بنیاد وہ روایت ہے جسے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ "سوائے شکاری کتے یا جانوروں کی حفاظت والے کتے کے اگر کوئی شخص کتا پالتا ہے تو روزانہ اس کے اجر میں سے دو قیراط کی کمی ہو جاتی ہے۔" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں کھیت کی رکھوالی کے کتے کا اضافہ ہے اور بلاوجہ کتا رکھنے پر روزانہ ایک قیراط ثواب کم ہونے کی وعید سنائی گئی ہے۔

ابن عبد البر المالکی اپنی کتاب التمہید میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے علم ہوتا ہے کہ کتے کا رکھنا مباح ہے، حرام نہیں ہے کیونکہ حرام چیزوں کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ اگر ایسا کیا تو اس کے عمل میں یا اس کے اجر میں اتنی کمی واقع ہو جائے گی... بلکہ حرام چیز سے مطلق منع کر دیا جاتا ہے تاکہ لوگ اسے بچ سکیں، ہاں وہ اس کی کراہت کی دلیل ہے نہ کہ حرام ہونے کی۔

قاضی عیاض "اِکمال المعلم" میں ارشاد فرماتے ہیں : "یہ حکم کے سوائے کالے کتے کے کسی اور کتے کو قتل نہ کرو، تو اس سے کتوں کو رکھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے نہ کہ لازمی طور پر ان سے بچنے کا۔"

اور ان دلائل کی بنیاد پر ہم سائلہ سے کہتے ہیں کہ کتے کو دل بستگی کے لئے رکھنا حرام تو نہیں، زیادہ سے زیادہ

مکروہ کہا جائے گا کیونکہ حرمت کلاب پر کوئی حتمی دلیل نہیں ہے۔
اور جیسا کہ مالکی فقہاء نے کہا ہے کہ کتے نجس نہیں ہیں، اس لیے اگر کسی شخص نے وضو کر لیا ہے اور اس کے بعد کتے کو چھو لیا ہو تو نہ ہی وضو کو لوٹائے گا اور نہ ہی اپنے کپڑوں کو دھوئے گا۔
ہم پھر بھی اس خاتون سے کہیں گے کہ اپنی تنہائی دُور کرنے کے لئے دوسرے وسائل کے بارے میں سوچیں، جیسے کسی جماعت یا جمعیت کے ساتھ علمی، تحقیقی، دعوتی یا تعلیمی سرگرمیوں میں حصہ لینا یا اپنا گھر آباد کرنے کی کوشش کرنا اور اگر ایسا کرنا مشکل ہو تو ایک یتیم بچی یا ایک سے زائد یتیم بچیوں کی کفالت کا ذمہ لینا۔
ان سرگرمیوں سے نہ صرف تنہائی دور ہو گی بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مزید ثواب سے بھی نوازا جائے گا۔
﴿وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ الحقّ وَهُوَ يَهْدِى إِلَى السبيل﴾

**اضافہ :** اسی مسئلہ پر ڈاکٹر عصام الشیر (عضو یورپین کونسل برائے فتویٰ و تحقیق) نے چند اضافی باتیں درج کی ہیں جن کا تذکرہ مقصود ہے۔
الف: یہ مسئلہ کبیرہ گناہوں یا اُن نافرمانیوں کا نہیں ہے جو آدمی کو ہلاک کر دیتی ہیں بلکہ جواز اور کراہت کے مابین ہے۔

امام ابن عبد البر کہتے ہیں کہ یہ جو حدیث میں کہا گیا کہ جس شخص نے کتے کو پالا تو اس کے اجر و ثواب میں ایک قیراط یا دو قیراط ثواب کی کمی ہوتی ہے تو یہ صرف کتا رکھنے کی بنا پر نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کتے کو رکھنے کے بعد پھر اسے صاف رکھنے، اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور اس کی دیکھ بھال کرنے میں کوتاہی کی تو اس کی نسبت سے اس شخص کے اجر و ثواب میں کمی ہوتی رہے گی، ان کے نزدیک اور اسی طرح قاضی عیاض کے نزدیک کتے کو بغرض حفاظت بلکہ ہر صورت رکھا جا سکتا ہے چاہے کوئی فائدہ مطلوب ہو یا نہ ہو۔

ب: تو اس مسئلہ میں اختلاف ہو گیا، آیا ایسا کرنا حرام ہے یا مکروہ ہے یا مکروہ ہے یا جائز ہے؟
جنہوں نے جائز کہا ہے وہ کسی منفعت کی بنا پر اسے جائز قرار دیتے ہیں جیسے شکار یا حفاظت کے لئے اور ایسے ہی مجرموں کی نشاندہی کے لئے، پولیس کے تجربہ کار کتے۔ شیخ یوسف القرضاوی نے اس شخص کے لئے جو بلاد غرب میں تنہائی کا شکار ہو، بغرض دل بستگی کتا رکھنے کی اجازت دی ہے۔
البتہ ہم یہ کہیں گے کہ کتا پالنے کے لئے مندرجہ ذیل ضوابط کا خیال رکھا جائے:
1۔ کتے کے اوپر اخراجات اسراف کی حد تک نہ ہوں۔
2۔ اس کی وجہ سے دوسروں کو چاہے انسان ہوں یا جانور، ضرر نہ پہنچے۔
3۔ خود کتے سے زیادتی نہ کی جائے کہ اُسے ایذا پہنچے، پر مشقت کام کرائے جائیں، یا اس کی ضروریات کا خیال نہ رکھا جائے اور جانوروں سے اچھا سلوک کرنے پر اسلام نے کافی زور دیا ہے۔
ج: بعض علماء نے اس کا رکھنا اس لئے حرام قرار دیا ہے کہ خود انسان کی صحت پر برا اثر پڑتا ہے اور پھر وہ کاٹ کھا سکتا ہے یا دوسروں کو ڈرانے کا سبب بنتا ہے۔
اور خود بقدر قراط یا دو قیراط مالک کلاب کے اجر میں کمی کی بات کی گئی تو اُسے متعین نہیں کیا گیا اور جہاں تک جنازے کی نماز میں اور پھر دفن تک جنازے کے ساتھ جنازے میں بقدر قیراط یا دو قیراط ثواب کی بات کی گئی تو وہاں قیراط کو جبل احد کے برابر قرار دیا گیا۔
فرمان نبوی ﷺ ہے:
جو شخص جنازے کی نماز میں شامل ہو جاتا ہے تو اسے ایک قیراط کے برابر ثواب ہوتا ہے اور جو دفن تک ساتھ رہتا ہے تو اسے دو قیراط کا ثواب ہوتا ہے، اور ایک قیراط جبل احد کے برابر ہے۔" (صحیح بخاری)

د: اور جن احادیث سے کتوں کو پالنے کی ہمت شکنی کی گئی ہے تو ابن ہبیرہ نے اس کا یہ سبب بتایا ہے کہ ایک تو اس کی وجہ سے نجاست پھیلتی ہے اور دوسرے مہمانوں اور راہ گزرنے والوں کو اس سے خوف آتا ہے اور اس بنا پر اس کے اجر میں بھی کمی کا ذکر کیا گیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:
مالک کلاب کے اجر میں کمی کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔ تو کہا گیا کہ ہو سکتا ہے کہ اس لئے ہو کہ جہاں کتے ہوں وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے یا اس لئے کہ ان کی وجہ سے راہ گزرنے والوں کو اذیت اور خوف لاحق ہوتا ہے یا اس لیے کہ مالک کی لاعلمی میں اس نے برتن میں منہ ڈال لیا ہو اور پھر مالک نے وہ برتن مٹی اور پانی سے نہ دھویا ہو۔
اور جہاں تک فرشتوں کے نہ داخل ہونے کا ذکر ہے تو ایک قول یہ بھی ہے کہ اسے مدینہ منورہ کے گھر مراد ہیں، کیونکہ مدینہ وحی لانے والے فرشتے کا محل نزول ہے۔ اور ابن عبد البر کے نزدیک اس سے خاص طور پر جبرئیل مراد ہیں جو وحی لایا کرتے تھے اور میرے خیال میں اسی مسئلہ کو غیر مسلم لوگوں یا نو مسلموں کے سامنے اجاگر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ان میں سے اکثر لوگ کتوں سے اُنس رکھتے ہیں اور اس مسئلہ میں رخصت کے خواہشمند ہیں، ہمیں بھی اپنے فقہی ورثہ میں ایسے فتاوی کا انتخاب کرنا چاہئے کہ جو ایسے لوگوں کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کر سکیں۔ ان کے حالات سے مناسبت رکھتے ہوں اور ان کے لئے نفرت کا باعث نہ بنیں۔ واللہ اعلم

امام دار الہجرہ سیدنا مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک کا مہینہ آتے ہی ہر چیز سے دست بردار ہو جاتے یہاں تک کہ احادیث مبارکہ کی تدوین و تالیف، بحث و تحقیق اور اہل علم کے ساتھ نشست و برخواست سے علیحدگی اختیار کر لیتے اور تلاوت کلام پاک میں مصروف ہو جاتے۔




## تحفۃ الموحدین

*☆اب ہم توحید و سنت کی اشاعت اور ردّ بدعات کی مہم کے دوران لکھی جانے والی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب تحفۃ الموحدین کا فارسی متن اور اردو ترجمہ نذر قارئین کرتے ہیں۔*

### فصل اول: در ردّ بعض مغالطات

در دفع اقوال آ نا نکه از کلام الله و کلام الرسو ل بحیلۀ اعرا ض مے کنند و دعوی مسلما نی مے نما ند۔ بیا نش آنکه بعضے مے گو ئند که کلا م الله وحدیث راآں کس بفهمد که علوم بسیار و کتب بیشمار خوا نده با شد و علامه زماں بود بجواب آنها خدا تعالی مے فر ما ید

هو الّذی بعث فی الامّیّین رسولاً منهم یتلوا علیهم آیاته و یزکیهم و یعلّمهم الکتا ب و الحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلالٍ مبین۔ (جمعه)

اوست آنکه بر انگیخت درمیان نا خوا ندگان رسول از ہماں نا خواندگان که مے خوا ند برہماں ناخوا ندگان آیات خدا پا ک مے کند ایشاں راو آموزد ایشاں را کتاب و تدبیرش یعنی رسول ہم نا خوانده بود و اصحاب کرا مش نیز نا خوا نده چوں رسول الله ﷺ بر اصحاب آیات الهی خوانده اصحاب آن ---

از شرک و فساد پاک شدند۔ اگر ناخوانده قرآن و حدیث را نمے فهمد و استعدا دشنمے دارد صحا به چگو نه از معایب پاک شد ند، وا ئے بر قومے که دعوی، صدره فهمی و قاموس ، دا نی مے کنند و در فهم قرآن و حدیث خود را نادان محض مے نما یند و بعضے مے گو یند که بایاں متاخر ین ہستیم، برکت زبان رسو ل الله ﷺ کجا یا بم و سلامت قلب صحا به از کجا آ ریم که معنی قر آ ن و حد یث را دریابم؟

بجواب آنها حق تعالی فرماید:

و آخرین منهم لمّا یلحقوا بهم۔ و هو العزیز الحکیم۔ (الجمعه:3)

اوہمیں است حال پسنیاں ناخواندگان راوقتیکه لاحق شوند باصحاب و اوست غالب باحکمت۔

یعنی متاخراں خوانده باشند یا ناخوانده وقتیکه مسلمان شوند و صد پیروی ا صحاب نما یند وقرآن و حدیث رابشنو ند برا ئے پاک گر دیدن آنها ہمیں قرآن و حدیث کفایت مے کند و نیز مے فر ما ید:

و لقد یسّرنا القر آن للذکر فهل من مّدّ کرٍ (القمر :17)

و ہر آ ئینه آسان کر دیم ما قرآن را برائے پند گر فتن۔ پس آیا ہیچ پند گیرنده است۔ ایں چگو نه آسانی است که۔ کا فیه خواناں و شافیه داناں در فهم معانیش اظهار عجز نمے نما یند و بد ویان عرب بهرو درمے شوند و علاوه ازینجا بجائے فرماید:

افلا یتدبّرون القرآن (محمد)

آیا پس فکر نمے کنند قرآن را۔ اگر آساں نیست پس دراں چگونه عمل کر ده آید:

ام علی قلو ب اقفالها آیا بر دلها قفل آں دلها است۔

یعنی باو جو دیکه بر دل قفل ندارند چه گمراہی است که تبائل ہمت نمے گما رند و نیز احادیث رسو ل الله ﷺ سخنا ن روز مره و سهل و قریب از فهم بودند که ہر اعرا بی آں را شنیده بکار دینی و دنیوی برآں عمل مے نمود سوائے قال و یقول دراحادیث چیزے مشکل تر نیست که مردماں آں گراں می دا نند و بسوئے آن التفات نمے کنند۔ خصوصاً بایں زمانه که موضوع از نا موضوع ممتاز گشت و قوی از ضعیف جدا شد۔

و علی حسب مدار ج در کتب مدو ن گشت و بر ہر مطلبے علیحده علیحده باب و فصل مقرر نموده شد و تحقیق اینست که عجمی را دا نستن تر جمه اول ضرور است بعده اگر بر تمام لطائف و نکاتش اطلاع نمے تواں یافت، از ادرا ک اوا مر و نوا ہی ہم نمے توں گذشت و ایں قدر برائے نجات در آخرت کفا یت مے کند و بس

*(فصل اول ان لوگوں کے اقوال کے رد میں ہے جو کسی نہ کسی حیلہ سے کتاب اللہ اور حد یث رسول خدا سے انکار کرتے اور منہ پھیرتے ہیں ، پھر اس پر مسلمانی کا دعوی کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض لوگ کہہ بیٹھتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو بہت سے علم اور بے شمار کتابیں پڑھا ہوا اور اپنے زمانہ کا علامہ ہو۔ ان کے جواب میں اللہ تعالی فرماتا ہے:*

﴿ هو الذی بعث فی الامّیین رسولاً مّنهم یتلوا علیهم آیاته و یزکّیهم و یعلّمهم الکتاب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلالٍ مّبین ﴾

*خدا وہ ہے جس نے ان پڑھوں میں پیغمبر بھیجا، انہیں ان پڑھوں میں سے، پڑھتا ہے وہ پیغمبر ان ، ان پڑھوں پر خدا کی آیتیں اور ان کو گناہ کے میل سے پاک کرتا اور کتاب اور اس کی تدبیر سکھاتا ہے۔*

*یعنی رسول خدا ﷺ بھی ان پڑھ اور آپ کے اصحاب بزرگوار بھی ان پڑھ تھے۔ مگر جب رسول*

خدا نے اپنے اصحاب کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھیں، تو وہ ان کو سن کر ہر قسم کی برائی اور بگاڑ سے پاک صاف ہو گئے۔ پس اگر ناخواندہ آدمی قرآن وحدیث نہیں سمجھ سکتا اور اس کی سمجھ کی استعداد نہیں رکھتا، تو صحابہ برائی اور عیبوں سے کیونکر پاک صاف ہو گئے۔

اس قوم پر سخت افسوس ہے جو صدرہ سمجھنے اور قاموس جاننے کا دعوی تو کرتے ہیں، مگر قرآن وحدیث کو سمجھنے میں اپنے آپ کو محض نادان ظاہر کرتے ہیں، اور بعضے یوں کہتے ہیں کہ ہم پچھلے لوگ ہیں۔ رسول خدا کے زمانہ کی برکت اور صحابہؓ کے دل کی سلامتِ قلب کہاں سے لائیں جو قرآن وحدیث کے معنی بخوبی سمجھ سکیں۔ اِن کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿و آخرین منهم لمّا یلحقوا بهم و هو العزیز الحکیم﴾

یعنی پچھلے ان پڑھوں کا حال ہے، جبکہ وہ اپنے یاروں سے ملیں اور وہ غالب حکمت والہ ہے۔ یعنی پچھلے لوگ خواہ پڑھے ہوئے ہوں، یا ان پڑھ ہوں، مگر جب کہ وہ مسلمان ہوں اور اصحاب کے طریقہ کی پیروی کا ارادہ کریں اور قرآن وحدیث کو سنیں تو انہیں بھی پاک کرنے کے لئے یہی قرآن وحدیث کافی ہو سکتی ہیں۔ اور فرماتا ہے:

﴿ولقد یسّرنا القرآن للذکر فهل من مدّکر﴾

اور البتہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے واسطے آسان کر دیا، پس کیا کوئی نصیحت لینے والہ ہے؟ یہ کیونکر آسانی ہو سکتی ہے کہ کافیہ پڑھنے والے اور شافیہ جاننے والے تو اس کے معنی سمجھنے سے عجز ظاہر کرتے اور عرب کے جنگلی لوگ اس کی حقیقت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک جگہ یوں فرمایا ہے:

﴿ افلا یتد برّون القرآن﴾

کہ قرآن میں کیوں نہیں فکر کرتے۔ پس اگر قرآن مجید آسان نہ ہو تو اس میں فکر کیوں کر کیا جائے۔

﴿أم علی قلوبٍ أقفالها ﴾

یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں یعنی باوجودیکہ دلوں پر قفل نہیں لگے ہوئے ہیں، پھر بھی کیسی گمراہی ہے کہ قرآن کے فکر میں زور نہیں لگاتے۔

اسی طرح رسول خدا ﷺ کی حدیثیں روز مرہ کی بول چال اور آسان اور قریب الفہم باتیں تھیں کہ جس جنگلی نے انہیں سنا فوراً دینی اور دنیوی کام میں ان پر عمل کیا۔ قال یقول کے علاوہ حدیث میں اور کوئی چیز بھی زیادہ مشکل نہیں جس کی طرف آدمی مشکل اور گراں جان کر توجہ نہیں کرتے۔ خاص کر اس زمانہ میں تو علم حدیث بہت ہی آسان ہو گیا ہے کہ موضوع حدیث ناموضوع سے ممتاز، اور قوی ضعیف سے جدا ہو گئی اور مراتب کے موافق کتابوں میں جمع کر دی گئی اور ہر مطلب کے واسطے جدا جدا باب اور فصلیں مقرر کی گئی ہیں۔ تحقیق مقام یہ ہے کہ غیر عربی شخص کو اول ترجمہ کا جاننا ضروری بات ہے۔ پھر اگر اس کے تمام لطائف و نکات پر اطلاع نہ پا سکے تو اس کے احکام ومنہیات کے دریافت کرنے سے بھی نہ گزرے اور اس قدر عالم آخرت میں نجات کے لئے کفایت کرتا ہے اور بس)

☆☆☆

### رمضان المبارک شروع ہونے کی مبارکباد دینا

رمضان المبارک شروع ہونے کی مبارکباد دینے میں کوئی حرج نہیں۔

نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رمضان المبارک آنے کی خوشخبری دیتے اور انہیں اس کا خیال رکھنے پر ابھارتے تھے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

«أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ فَرَضَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ تُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ وَتُغَلُّ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ لِلّٰهِ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ»

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"تمہارے پاس بابرکت مہینہ آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں، اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش قسم کے شیاطین پابند سلاسل کر دیے جاتے ہیں، اس میں ایک رات ایسی ہے جو ایک ہزار راتوں سے بہتر ہے جو اس کی بھلائی اور خیر سے محروم کر دیا گیا تو وہ محروم ہے۔" (سنن نسائی: 2106)

☆☆

سیدنا اسود بن یزید رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ آجاتا تو ہر چیز سے کنارہ کش ہو جاتے اور کلی طور پر تلاوت کلام پاک میں مصروف ہو جاتے، ہمہ وقت اس میں مصروف رہتے اور دو دنوں میں قرآن پاک ختم کرنے کا اہتمام کرتے۔

☆☆☆

سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی معمول تھا کہ رمضان المبارک کا مہینہ آتے ہی تمام دنیوی مصروفیتوں کو ترک کر دیتے اور تلاوت کلام پاک میں ہمہ تن مشغول ہو جاتے۔

☆☆☆

